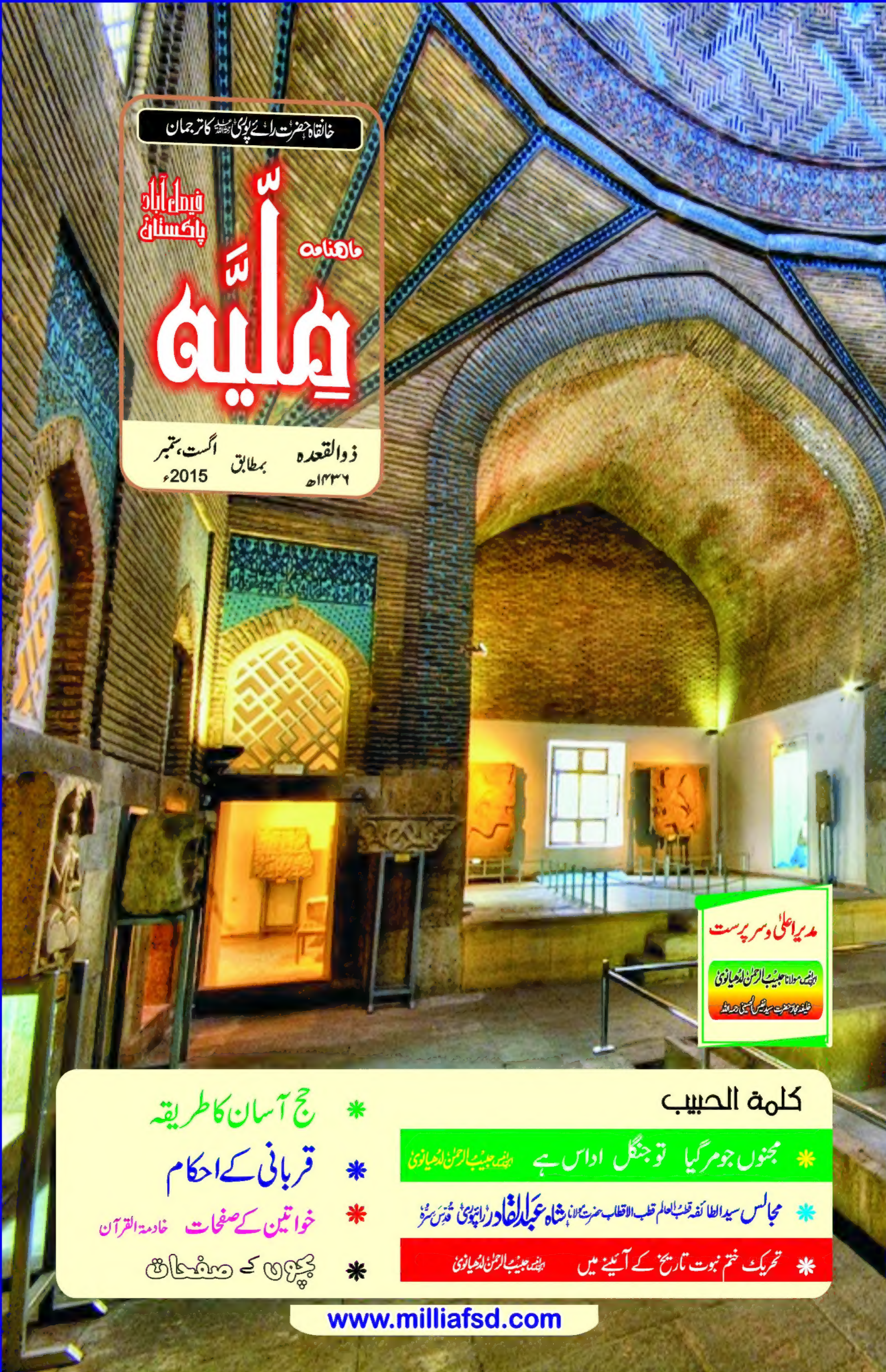


خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

فیصل آباد پاکستان

ماہنامہ

مِلّیہ

ذوالقعدہ ۱۴۳۶ھ بمطابق اگست، ستمبر 2015ء

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن نفیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

کلمة الحبيب

* مجنوں جو مرگیا تو جنگل اداس ہے — ابن نفیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
* مجالس سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ
* تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں — ابن نفیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
* حج آسان کا طریقہ
* قربانی کے احکام
* خواتین کے صفحات — خادمة القرآن
* بچوں کے صفحات

www.milliafsd.com

صحنِ حرم میں

قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہٗ

گورے آتے ہیں، کالے آتے ہیں
سب یہاں بخت والے آتے ہیں

صُبحِ صادق کی طرح سے اوڑھے
نُوری نُوری دوشالے آتے ہیں

یہ کفن پوش، پیکرِ تسلیم
گردنیں اپنی ڈالے آتے ہیں

اپنا سب کچھ نثار کرنے کو
مُصطفٰےؐ کے جیالے آتے ہیں

چھاؤنی بن گیا ہے صحنِ حرم
عاشقوں کے رسالے آتے ہیں

اپنے اپنے گھروں سے دیوانے
بے خُودی کے نکالے آتے ہیں

درِ جاناں پہ پھوڑنے کے لیے
دِل جلے لے کے چھالے آتے ہیں

اللہ اللہ! جمالِ محملِ دوست
تیرگی میں اُجالے آتے ہیں

مالک الملک! اے رحیم و کریم
تیری شفقت کے پالے آتے ہیں

چشمِ نادِم برس رہی ہے نفیسؔ
خشک ہونٹوں پہ نالے آتے ہیں

صحن حرم النبوی صلی اللہ علیہ وسلم
(ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ / ستمبر ۱۹۸۳ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

خانقاہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

ذوالقعدہ ۱۴۳۶ھ

شمارہ نمبر 11 جلد نمبر 11

بمطابق اگست، ستمبر 2015ء

فہرست مضامین

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب — خلیفہ مجاز سید نفیس الحسینی شاہ صاحب

مدیر: مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر: مولانا جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 30 روپے

پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کیلئے

ملّیہ ملحقہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد پاکستان 041-8711569, 0321-6611910

ناشر: حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

کلمۃ الحبیب

مجنوں جو مر گیا تو جنگل اُداس ہے

ابنِ انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی

میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا، میں اس سے کبھی نہیں ملا، میں اس کے ملک میں کبھی نہیں گیا، جب وہ سپاہی کی حیثیت سے سوویت یونین سے لڑ رہا تھا یا جب وہ امیر المؤمنین بن کر حکومت چلا رہا تھا۔ میں نے اس کی کبھی کوئی مدد نہیں کی، میں نے اس کی کبھی ایک پیسہ تک کی مدد نہیں کی، میں نے اس کے لئے کبھی کوئی مجاہد بھرتی نہیں کرایا۔ میں نے اس کی ٹیپ ریکارڈر پر بھی کبھی آواز تک نہیں سنی، میں نے اس کی کبھی کوئی نہیں تحریر تک نہیں پڑھی۔ اس کے خلاف ٹی وی میڈیا میں بھرپور پروپیگنڈا ہوتا رہا، کوئی اس کی حمایت میں نہیں بولتا تھا، سبھی اس کو دنیا کی نظروں سے گرانے کے درپے تھے۔ سبھی اس کو جاہل، اُجڈ، گنوار، حالات کی نزاکت کو نہ سمجھنے والا بے بصیرت، عالمی دہشت گرد اور نہ جانے کیا کچھ کہتے اور لکھتے تھے۔ اس کے خلاف بولنے والوں کی زبان اپنی تھی نہ ایمان، اس کے خلاف لکھنے والوں کے قلم لکھتے وقت غیر کی سیاہی استعمال کر کے اس کا حق ادا کرتے تھے۔ اس کے متعلق صحیح معلومات کا کوئی آزاد ذریعہ نہ تھا، اگر کوئی ذریعہ تھا تو وہ سرگوشیاں تھیں۔ کبھی دو شخص آپس میں مل بیٹھتے تو آس پاس اِدھر اُدھر دیکھ کر اس کے حق میں کانوں میں سرگوشیاں کرتے۔ اسی قسم کی سرگوشیاں میرے کانوں میں بھی کی جاتیں۔ اس کے متعلق مجھے جو بھی معلومات حاصل ہوئیں وہ سب کی سب انہی سرگوشیوں کی مرہونِ منت تھیں۔ پھر بھی نہ جانے کیوں اچانک اس کے انتقال کی خبر سن کر غم و اندوہ کا پہاڑ میرے دل و دماغ پر ٹوٹ کر گرا۔ میرے اوسان خطا ہو گئے، میرے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں، جس کی مجھے اب تک سمجھ نہیں آ رہی۔

وہ ایک غریب جفاکش مولوی کا بیٹا تھا، اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک سڑک کے

کنارے پیدا ہوا، تین سال کی عمر میں اس کے والد کا انتقال ہوگیا، اس کی والدہ سے اس کے چچا نے نکاح کرلیا۔ پھر اُسی کے زیر سایہ پلا بڑھا۔ پھر مقامی مدرسہ سے ان نے تعلیم حاصل کی۔ وہ جوانی کی حدود میں قدم رکھ ہی رہا تھا کہ سوویت یونین نے اس کے ملک میں اپنی فوجیں داخل کردیں۔ پھر اس کے اندر افغانی اور ایمانی غیرت نے جوش مارا، اُسے معلوم ہوا کہ سوویت یونین کے خلاف علماء نے جہاد کا فتویٰ دیدیا ہے، وہ اپنی دینی تعلیم اُدھوری چھوڑ کر جہادی فوجوں میں کود گیا اور پھر اس وقت تک وہ واپس نہ لوٹا جب تک کہ سوویت یونین کے ٹکڑے نہ ہوگئے۔ اور اسی جہاد کے بدلے سوویت یونین سے کئی اسلامی ریاستیں وجود میں نہیں آ گئیں۔ اسی جہاد میں اس کی ایک آنکھ کام آ گئی مگر پھر بھی اس نے اس ایک آنکھ کے ضیاع کو جہاد سے دوری کا بہانہ نہیں بنایا۔ اور جب وہ تھکا ہارا واپس لوٹا تو اس نے دیکھا کہ اس کے علاقے میں سرادرں اور ملکوں نے اپنے اپنے علاقوں میں چوکیاں قائم کردی ہیں، جن سے گزرنے والوں سے بھتہ وصول کیا جارہا ہے۔ دوسری طرف ملکی سطح پر اقتدار کے لئے رسہ کشی ہورہی ہے۔ ایک طرف ایران دوسری طرف انڈیا اور تیسری طرف چین اور پاکستان نے اس کے ملک کو میدان کارزار میں بدل دیا ہے۔ ہر ملک وہاں پر اپنی مرضی کے حکمران چاہتا تھا۔

امریکہ تو ان افغان ملاؤں کو استعمال کرکے اپنے ہاتھ جھاڑ کر آسانی سے نکل گیا۔ اس میں امریکہ کا اسلحہ استعمال ہوا مگر پوری جنگ میں امریکہ کا کوئی بھی فوجی یا عام آدمی نہیں مرا۔ امریکہ نے دور بیٹھے بٹھائے ان ملاؤں کو مروا کر اپنے آپ کو دنیا کی واحد سُپر طاقت منوالیا۔ اور رُوئے زمین پر یکتائی کا جھنڈا اگاڑ کر حکمرانی کرنے لگا۔ امریکہ کو اس بات سے کوئی دل چسپی نہیں تھی کہ اس لٹے پٹے تباہ شدہ افغانستان کی تعمیر نو میں حصہ لے۔ اس جنگ میں لاکھوں افراد کام آئے۔ لاکھوں اپاہج ہوگئے اور آج تک محتاجی اور معذوری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک کروڑ سے زیادہ افراد نے ہجرت کرکے ہمسایہ ملکوں میں پناہ لی۔ امریکہ خواب خرگوش میں جا سویا، اب اسے اس بات کی فکر نہیں تھی کہ دنیا میں اس کا کوئی مدمقابل بھی رہ گیا ہے، اس کو یقین ہوگیا تھا کہ اب اس کو دنیا میں چیلنج کرنے والا کوئی نہیں، چنانچہ اس نے نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ لگایا، اور عراق کے ذریعہ کویت پر قبضہ کروا کر پھر عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اور اس بہانے عرب علاقوں میں اپنی فوجیں اُتار دیں اور تیل کی خزانوں پر قابض ہوگیا۔ نیز امریکہ مطمئن ہوکر خواب خرگوش میں خراٹے لے رہا تھا تو دوسری طرف افغان لیڈر آپس میں دست و

گریباں ہو رہے تھے۔افغان لیڈر خانہ کعبہ میں بیٹھ کر معاہدے کرتے اور غلاف کعبہ سے چمٹ کر اپنے عہد کی پاسداری کرنے کی قسمیں اُٹھاتے ،اور واپس افغانستان آ کر مکر جاتے اور پھر آپس میں دست وگریباں ہوجاتے۔ان کے پیچھے ہمسایہ ممالک کی ایسی طاقتیں تھیں جو ان کو ایک نہ ہونے دیتیں۔چنانچہ یہی ایک غیر معروف طالب علم جس نے اپنی دینی تعلیم مکمل نہ کی تھی اوراب مکمل کرنا چاہتا تھا اپنے ملک کے حالات دیکھ کر اپنے ساتھ اپنے ہی جیسے طالب علموں کی جماعت لیکر طالبان کا نام سجا کر" قلندارانہ ادا اور سکندرانہ جلال" کے ساتھ اُٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے افغانستان پر چھا گیا۔اس نے تمام سرداروں،ملکوں اور ڈیرہ دار خوانین کے ظلم ستم سے قوم کو نجات دلانا شروع کردی۔یہاں تک کے پوری قوم اس کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔

اس کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی،اس نے دنیا کی کسی سپر طاقت کو نہیں للکارا،وہ اپنے کام میں مگن ہوگیا۔وہ اپنے ملک میں امن چاہتا تھا۔چنانچہ اس نے امن قائم کر دکھایا۔صدیوں بعد مسلمانوں میں امیر المؤمنین کے نام کی صدا گونجی۔ملاّں کا لفظ ایک گالی بن چکا تھا،اس نے اس لفظ کو احترام دلوایا۔

ساری دنیا اُسے مذہبی جنونی کہتی تھی،ہاں اس کو مذہب سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔وہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کو جنون کی حد تک چاہتا تھا،وہ صحابہؓ کا عاشق تھا۔اس کے اس جنون نے دنیا میں ایک کہرام برپا کردیا،اس کے جنون نے دنیا کی بڑی بڑی سپر طاقتوں کو سرنگوں کردیا،اس کے اس جنون نے دنیا کے بڑے بڑے دماغوں میں ہلچل برپا کردی،اس کے اس جنون نے دنیا کے ارادوں کو توڑ ڈالا،اس کے اس جنونے دنیا میں اس کے مخالفوں میں شکست کے بیج بودیئے،اس کے جنون نے دشمن کی صفوں میں شگاف ڈال دیا۔وہ کسی کا دشمن نہیں تھا بلکہ دنیا اُس کی دشمن ہوگئی تھی،وہ اس لئے کہ اس کے انصاف وسادگی نے دنیا کو امن کا پیغام دیا تھا۔لوگ اُسے امن کا دشمن ظاہر کرتے تھے مگر اس نے اپنے اس ملک کو اسلحہ سے پاک کردیا تھا جس میں بچے کے پیدا ہوتے ہی بندوق اس بچے کے نام سے محفوظ کرلی جاتی تھی۔اس کے اس امن کی وجہ سے دنیا میں اسلحہ کے بڑے بڑے کارخانے بند ہوتے نظر آرہے تھے۔اس نے پوست کی کاشت ممنوع قرار دیدی تھی جس سے ہیروئن بنائی جاتی ہے،اس کی وجہ سے ہیروئن کے عالمی تاجروں کا کھربوں ڈالر کا نقصان ہورہا تھا۔اس کے انصاف کے نظام سے دنیا

کی عدالتیں ویران ہوتی نظر آ رہی تھیں۔ وکیلوں کی ہوش رُبا فیسوں کی دکانیں بند ہو رہی تھیں، اس کے دور میں دو گھنٹے میں انصاف ملتا تھا۔ اس کے دور حکومت میں ہمسایہ ملک کے لوگ فیصلے کروانے کے لئے اس کے ملک میں جانے کے لئے بے چین ہوتے تھے۔ وہ جو نہ کبھی بِکا نہ جُھکا اور نہ ٹوٹ کر بکھرا۔ نہ اس کے حوصلے نے جواب دیا اور نہ اس کے ارادے پست ہوئے۔ اس کا کوئی ایوان نہیں تھا ،اس کا کوئی عام یا خاص دیوان نہیں تھا۔ اس کا صرف ایک حکم ہی کافی ہوتا تھا، اس کے لئے کسی پارلیمنٹ کا اجلاس بلا کر اس سے منظوری لینے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ اس نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنا اسلحہ حکومت کے پاس جمع کرا دے اب سب کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے تو ساری قوم نہتی ہو گئی۔ اس نے کہا کہ آج سے پوست کی کاشت ممنوع قرار دیدی گئی ہے، تو لوگوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے کاشت کی ہوئی پوست کے کھیتوں کے کھیت اُکھاڑ پھینکے۔ اس نے انصاف کا نعرہ لگایا تو ہر گھر میں انصاف فراہم کر دیا گیا۔

ٹی وی پر بیٹھ کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر ہاتھ میں سگار پکڑ کر اور منہ ٹیڑھا کر کے انگریزی بولنے والوں نے تعصب اور نفرت کو چھوڑ کر کبھی یہ سچ بیان کیا ہے کہ ''وہ اگر پاکستان کے سرحدی علاقے جو کہ افغانستان سے ملتے ہیں میں گیا ہو تو اس نے اس کے دور حکومت میں اس کے حکومتی انصاف کی خوشبو محسوس نہ کی ہو اور اس نے عام آدمی کی زبان پر یہ حسرت والی دعا نہ سنی ہو کہ ''اے اللہ ہمارے ہاں بھی کوئی ایسا حکمران کیوں نہیں آ جاتا''۔ وہ جس کے دور حکومت نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی۔ اس کے دور حکومت میں عالمی سطح کا ایک صحافی گیا جس کو اس نے کچے پیالے میں چائے پیش کی، اس کے ساتھ سوکھی روٹی تھی۔ صحافی نے قندھار کے شہر میں گھومنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس صحافی کو ٹوٹی ہوئی پھٹیچر سی جیپ میں بٹھا کر شہر لے جایا گیا، صحافی نے شہر کا پُرسکون ماحول دیکھا، تمام لوگ بے دھڑک آزادانہ گھوم رہے تھے، کسی کے پاس اسلحہ نہیں تھا۔ صحافی نے پوچھا کہ اس شہر کا گورنر کون ہے؟ جواب میں کہا گیا کہ وہ ایک آدمی جو کہ لنگڑا کر چل رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں تسبیح ہے، اسے دیکھ رہے ہو؟ صحافی نے کہا کہ ہاں دیکھ رہا ہوں، تو کہا گیا کہ یہی اس شہر کا گورنر ہے۔

اس کے ہاں کسی کو اپنے ملک کی شہریت کے لئے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا شرط تھی، جب کوئی غیر ملکی اس کی ہاتھ پر بیعت کرتا تو وہ اس کی پناہ میں چلا جاتا۔ پھر بیعت کنندہ کی جان و مال و

عزت و آبر کا محافظ اس کی حکومت ہوتی۔ اُسامہ بن لادن اور اس کے ساتھیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس نے اُن سے کہہ دیا کہ اب تم میری پناہ میں ہو۔ پھر جب دنیا کی سپر طاقت امریکہ نے اُسے اُسامہ کو حوالے کرنے کی بات کی جس کے ساتھ ہمارے ملک پاکستان کی ایجنسیاں بھی تھیں، تو اس نے کہا کہ تم ثبوت لے کر آؤ، تو امریکی کچھ ثبوت لے کر آ گئے، تو اس نے امریکیوں سے پوچھا کہ کیا ان ثبوتوں کی بنیاد پر امریکہ کی عدالت اُسامہ کو سزا دے سکتی ہے؟ امریکیوں نے کہا کہ ناممکن ہے ،اس پر اُس نے کہا کہ پھر مجھ سے تم اُسامہ کو حوالے کرنے کی بات کیوں کرتے ہو۔ پھر اُسے ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا گیا۔ اس نے کہا تم ہمیں ڈراؤ نہیں، ہم مٹی کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں، اسی مٹی کے گھر میں رہتے ہیں، اور پھر مر کر بھی ہم نے مٹی کی قبر میں ہی جانا ہے۔ پھر وہ اپنے موقف پہ ڈٹ گیا ۔ ہمارے بعض مصلحت پسند اور بعض ڈالر پسند آج کہتے پھر رہے ہیں کہ اُس کو چاہیے تھا کہ وہ امریکہ کی بات مان لیتا تو دس لاکھ انسان نہ مارے جاتے، لاکھوں لوگ اپاہج نہ ہوتے، وہاں بمباری سے اتنا نقصان نہ ہوتا۔ تو میرا ان لوگوں سے سوال یہ ہے کہ اس پر بمباری کرنے والے تو پڑھے لکھے شعور یافتہ لوگ کہلاتے ہیں، دنیا میں امن اور انصاف کے علم بردار ہیں، مظلوم کی دادرسی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے لوگ ہیں، انہیں اس بات کا خیال کیوں نہ آیا کہ ہم ایک آدمی کے حصول کے لیے اتنے لاکھوں لوگوں کو موت کی گھاٹ میں کیوں اُتار رہے ہیں، بچوں کے حقوق کے نام پر دنیا میں این جی اوز چلانے والوں نے صرف اور صرف ایک آدمی کو پانے کے لیے لاکھوں بچوں کے ساتھ آگ اور خون کی ہولی کیوں کھیلی۔ وہ پھول جو ابھی مسکرانا نہ سیکھ سکے تھے انہیں پہلے ہی جہانِ عدم میں کیوں پہنچا دیا گیا۔ کیا اپنے ممالک میں بھی کسی مجرم کو تلاش کرتے وقت وہ لوگ یہی کچھ کیا کرتے ہیں جو انہوں نے اس ملک میں کیا؟ ان کے نزدیک وہ تو اجڈ، جاہل، دہشت گرد تھا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اُس کے دورِ حکومت میں اس کے ملک میں امن قائم کرنے کے لئے یا کسی کو پکڑنے کے لئے یہی کچھ کیا جاتا تھا۔ اس کے دورِ حکومت میں کتنے لوگ مارے گئے تھے، کتنے بچے ذبح کئے گئے تھے، کتنے لوگ اپاہج ہوئے تھے؟ اس کے متعلق تو آج تک کسی نے دہن نہیں کھولا یا قلم نہیں اٹھایا۔ دوسری صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ اُسامہ بن لادن اس کی دسترس میں تھا ہی کب، اس کی تو فوج ہی علیحدہ تھی جو کہ اس کی جان سے زیادہ حفاظت کرتی تھی، اس نے تو یہی کہا تھا کہ میں اپنے ہاتھ سے پکڑ کر تمہارے ہاتھ میں نہیں دے سکتا، تم خود تلاش کر لو۔ یہ طاقت پر گھمنڈ کرنے والی جدید سائنسی آلات سے لیس طاقتیں خود ہی اُسامہ کو ڈھونڈ کر لے جاتیں۔ مگر وہ ان کے ہاتھ نہیں آیا۔ اس کا غصہ عالمی طاقتوں نے اُس غریب پر

نکالا۔لیکن اُس کے تحمل اور جنگی داؤ پیچ سے دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں حیران ہوگئیں۔

دوسری بات یہ کہ اگر وہ امریکہ کی بات مان لیتا تو عزیمت کی جو داستان اس نے تاریخ میں رقم کی ہے وہ کون بناتا۔اگر وہ عالمی استعمار کے گماشتوں کے کہنے میں آجاتا تو وہ بھی دوسروں کی طرح ''دُم بُریدہ سگانِ عالمی استعمار''میں شمار ہوتا۔جبکہ ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہم نے اس کی حکومت کو تسلیم بھی کیا ہوا تھا مگر ہم نے ہی اپنی سرزمین اس کے خلاف جارحیت کے لئے عالمی استعمار کو دے رکھی تھی، جہاں سے ایک روایت کے مطابق ۵۷/ہزار جنگی پروازوں کے ذریعہ اُس کی فوج پر بمباری کی گئی۔اس کے باوجود اس کے مخالفین نے افواہوں کے ذریعہ اس کے خلاف عالمی میڈیا میں بھر پور جنگ لڑی مگر وہ افواہوں کی بجائے زمینی حقیقت بن کر اپنے مخالفین کے سامنے ڈٹا رہا۔اس کا قتدار اگر چہ ختم کر دیا گیا مگر اس کے اقدار باقی رہے۔اس کی فوج کو توڑنے کی کوشش کی گئی مگر اس کی فوج مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔

اس کے دور میں دوران جنگ اس کے مخالفوں کی ایک عورت جو کہ جاسوسہ تھی، اس کی فوج کو نقصان پہنچانے کے لئے اس کے ملک میں آئی تھی، پھر اسی کی فوج نے اس عورت کو گرفتار کرلیا، پندرہ بیس دن کے بعد وہ جاسوسہ جب رہا ہوئی تو اس کی زبان پر کلمہ دین محمدی تھا۔جبکہ ایک مسلمان پاکستانی عورت اس کے مخالفین ''جو کہ دنیا میں امن اور انصاف کے علم بردار ہیں'' کی گرفت میں آئی تو اس کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا کہ شیطان بھی شرما گیا۔

اس کو موت ضرور آئی، کیونکہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت۔ ہر جان دار چیز کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے،اس سے تو انبیاء علیہم السلام تک نہ بچ سکے،ایسے لوگ فانی ضرور ہیں مگر ان کا اختتام نہیں ہوتا،موت کی وادی سے گزرنا بھی ان کا بال بھی بیکا نہیں کر پاتا۔اس کا دیو مالائی پہلو یہ ہے کہ اس کا کردار اس کو حقیقی معنوں میں مرنے کی اجازت نہیں دیتا۔اس کو دنیا سے گئے ہوئے اڑھائی برس بیت گئے مگر کسی کو کان وکان خبر نہ ہوئی، مر کر بھی اس کا کردار زندہ رہا،اس کے لئے اس کا نام ہی کافی تھا۔اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے نام سے ہی اس کی حکومت چلتی رہی،اس کے نام سے ہی جنگ میں شدت قائم رہی،اس کے نام سے ہی دنیا میں مذاکرات ہوتے رہے،اس کے نام سے ہی معاہدے ہوتے رہے۔اس کا نام ہی ہر کام میں دلیل کا کام دیتا رہا۔اور جب اس کا نام معدوم ہوتا نظر آنے لگا تو تمام مذاکرات بھی معدوم ہو گئے۔اس کی زندگی بھی اس کے طاقتور مخالفوں کی شکست تھی اور اس کی موت بھی اس کے طاقتور مخالفوں کے شکست ہے۔اس کے مخالفوں نے اس کو زندہ یا مردہ پکڑنے پر

ایک کروڑ ڈالر انعام مقرر کیا تھا۔اس کے خلاف اشتہار میں لکھا گیا ''انصاف کا انعام'' اور اسی اشتہار میں لکھا گیا ''اگرچہ اپریشن برائے آزادی نے بہت جلد اس کی حکومت ختم کر دی مگر وہ آزاد پھر رہا، وہ امریکہ اور اس کے اتحایوں کے لئے مستقل خطرہ ہے'' اس دوران افواہ ساز فیکٹریوں نے اپنی پیداورا جاری رکھی۔ جولائی ۲۰۱۱ء میں اس کی ویب سائٹ کو ہیک کر لیا گیا، پھر اس پر ایک جعلی پیغام ڈال دیا گیا ''وہ عارضۂ قلب کی وجہ سے انتقال کر گیا'' پھر کبھی اس کی بیماری کو اس کی موت کا باعث قرار دیا تو کبھی فوجی اپریشن کو۔ مگر وہ ڈالروں کا لالچ یا جدید ٹیکنالوجی کے باوجود اس کا کھوج نہ لگا سکے۔ وہی مخالف آج بند کمروں میں اُٹھتے بیٹھتے اور فکر سے ٹہلتے ہوئے آپس میں یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ اس کو ہتھکڑی لگانے یا میزائل سے مارنے کا ان کا خواب پورا نہ ہو سکا۔اس کے مرنے کے باوجود آج بھی افغانستان کے ۶۵ رفیصد علاقے پر اسی کے نام کا سکّہ چل رہا ہے۔

وہ امیر امؤمنین کے لقب سے سرفراز ہوا۔ وہ اگرچہ با قاعدہ سند یافتہ عالم دین نہیں بن سکا مگر پھر بھی اس کے ہاتھ پر ہزاروں علماء نے بیعت کی۔ اسی لئے اس نے جو مجلس شوریٰ بنائی، اس میں تمام کے تمام علماء تھے، اس نے شرعی معاملات میں بذات خود کبھی کوئی فتویٰ یا حکم جاری نہیں کیا، اس نے جو کچھ بھی کیا علماء سے فتویٰ لے کر کیا۔ اس نے امریکہ کی مخالفت نہیں کی تھی مگر امریکہ بذات خود اس کا مخالف ہو گیا۔

وہ تقریبا پانچ سال افغانستان پر ایسا حکمران رہا کہ اس کے حکم کی کوئی سرتابی نہیں کر سکتا تھا، مگر ایسے عالم میں رخصت ہوا کہ اس کا کوئی ذاتی مکان نہ تھا، اور نہ ہی دنیا کے کسی بنک میں کوئی ظاہری یا خفیہ اکاؤنٹ تھا، اور نہ ہی اپنی اولاد کو دنیا کے امیر ملکوں میں بھیجا۔ حکمران بن کر بھی کابل کے پُرشکوہ قصر صدارت میں قیام نہیں کیا بلکہ قندھار میں ہی اپنے ٹوٹے ہوئے گھر میں رہائش اختیار کی۔ اس لحاظ سے وہ دنیا کا غریب ترین حکمران تھا۔ لوگ حیران تھے کہ اس کے باوجود اس نے دنیا کی سب سے بڑی طاقت کو کس طرح چیلنج کر دیا۔ اس نے مرتے وقت اپنی موت کو بھی ایک راز بنا دیا۔

جب وہ عام فوجی کے طور پر سوویت یونین کے خلاف لڑ رہا تھا تو اس کے پیچھے پوری دنیا اپنی تمام تر قوت اور شان وشوکت کے ساتھ کھڑی تھی، لیکن اس نے پیچھے مڑ کر دنیا کی اس قوت وشوکت کو نہ دیکھا۔ اور جب وہ امیر المؤمنین بنا تو پوری دنیا اپنی پوری قوت اور شان وشوکت کے ساتھ اس کے مقابل کھڑی تھی۔ پھر بھی اس نے اپنے پیچھے کسی طاقت کی طرف امداد طلب نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ وہ پوری دنیا سے ٹکرا گیا۔ اس نے سائنس کی دنیا کو تہس نہس کر دیا۔ پوری دنیا کے آلے اس کو ڈھونڈنے

میں ناکام ہو گئے۔اس کے پاس کوئی ٹی وی نہیں تھا،اس کے پاس کوئی ریڈیو نہیں تھا،اس کے پاس پیغام رسانی کے لئے کوئی فون نہیں تھا۔اس کے پاس جاسوسی کے آلات نہ تھے،مگر اس کے باوجود اس کی فوج منظّم تھی،وہ اعلیٰ قسم کا منتظم تھا۔اس کے نام پر سب جمع تھے،اس سے غداری کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا،اگر کسی نے بغاوت کی تو پھر وہ دنیا میں نہیں رہا۔

اس کے مخالف اتنے باولے ہو گئے تھے کہ اس کو ختم کرنے کے لئے بڑی بڑی رقمیں ہاتھوں میں لیے کر پھرتے تھے،اس کے لئے انہوں نے اپنے سفارت خانوں کے دروازے ان لوگوں کے لئے کھول دیئے تھے جو کہ اس کام میں ان کی مدد کریں،مگر کوئی بھی ہامی نہیں بھرتا تھا،البتہ نوسر بازوں کی چاندی ہو گئی ،وہ اس کے مخالفوں سے ان کا کام کرنے کی آڑ میں رقمیں لے کر رفو چکر ہو جاتے تھے۔آخر اس کے مخالفین نے پروگرام بنایا کہ اس کو تو ہم ختم نہیں کر سکتے اب بہتر ہے کہ عزت بچانے کے لئے باعزت مذکرات کئے جائیں۔پھر کئی لوگ اس کے ساتھی ہونے کا لبادہ اوڑھ کر اسی کے ساتھیوں کا نام سجا کر ''کسی نے ملا منصور کے نام سے واشنگٹن میں ان سے ملاقات کی تو کوئی اور نام کے ساتھ''اس کے مخالفوں کے پاس جا پہنچے،اور لاکھوں ڈالر لے کر رفو چکر ہو گئے۔اور اس کے مخالفین کی شکست خوردگی کا یہ عالم ہے کہ اپنے ایک فوجی کی رہائی کے لئے اس کے ایسے پانچ افراد کو رہا کر دیا جن کے لئے اس کے مخالفین کے نزدیک زندہ رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اس کے گروہ سے مذاکرات کرنے کے لئے آخر اس کے مخالفین کو پاکستان کی حکومت کی منت سماجت کرنا پڑی،یاد رکھیں!پاکستان نے اس جنگ میں جتنا نقصان اٹھایا ہے اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔امریکی جنگ کے بعد پاکستان کو تنہا چھوڑ گئے تھے اور سمجھا تھا کہ اب ہم خود اس سے نمٹیں گے،مگر نہ وہ اس سے نمٹ سکے اور نہ ہی وہ سمٹ سکے۔یہ بھی یاد رہے کہ اس نے کبھی پاکستان کی مخالفت نہیں کی،نہ ہی کبھی پاکستان کی مخالفت میں بیان دیا اور نہ ہی پاکستان کو نقصان پہنچانے والوں کا کبھی بھی ساتھ دیا۔پاکستان میں مسلح مزاحمت کاروں کو کُھل کر کہہ دیا کہ ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں،ہمارا مسئلہ صرف ہمارے ملک افغانستان تک ہی محدود سمجھا جائے۔

آخر میں عرض کرتا چلوں کہ قابل توجہ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کے انتقال کی خبر سننے کے بعد وہ لوگ جو کہ ہمارے ملک میں اس کے نام پر سیاست کرتے تھے،اس کے کارناموں کے قصیدے پڑھتے ہوئے نہیں تھکتے تھے،اس کا نام لے کا عالمی سطح پر اپنا قد بلند کرنا چاہتے تھے،اس کو اور

اس کے ساتھیوں کو اپنے بچے ظاہر کرتے تھے، اس کے نام سے عالمی ایجنسیوں سے مذاکرات کا میز بچھا کر ان سے داد اور امداد وصول کرتے تھے۔ان میں سے کسی نے بھی اس کے انتقال پر کوئی تعزیتی اجلاس تک منعقد نہیں کیا، کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس کے کارناموں پر کوئی سیمینار منعقد کرتا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان لوگوں کو سانپ سونگھ گیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ اب اس مرحوم کی کہانی کا باب ختم ہو گیا ہے، اب کوئی اور تلاش کیا جائے جس کے ذریعہ کوئی نئی بساط بچھائی جائے، کچھ نئے کھلاڑی آگے لائے جائیں، کوئی نئی راہ دیکھی جائے، تاکہ پھر سے ان کی سیاست رواں دواں ہو، پھر ان کو عالمی استعمار کے ایوانوں میں مدعو کیا جائے، عالمی استعمار کی غلام گردشوں میں ان کی رونق ہو، پھر سے آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنیوں میں ان کو بطور امن کے پیام بر کی حیثیت سے عالمی سطح پر تعارف کرایا جائے۔

وہ کون تھا، اس کا نام کیا تھا، میں اپنی پوری تحریر میں نہ لکھ سکا، وہ اس لئے کہ دل میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس کو مرحوم لکھ سکوں، مگر لکھنا بھی ضروری ہے تاکہ تاریخ میں اس کے اس لافانی کردار کو کسی دوسرے کے ساتھ منسلک نہ کر دیا جائے۔اس کا نام تھا ''امیر المؤمنین مُلّا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ

وہ ملاں عمرؒ جس کے ذکر کے بغیر آئندہ افغانستان کی تاریخ مکمل نہ ہوگی، جس کے اقدامات کو تا حشر یاد رکھا جائے گا، جس کے طرز حکومت کو آئندہ افغانستان میں امن کا راہرو سمجھا جائے گا، وہ جس کے متعلق طعنے کے طور پر کہا گیا کہ وہ چُھپ گیا تھا، مگر اس نے چھپ کر پیچھے رہ کر یہاں تک کہ مر کر بھی اپنے لشکر کی ایسی قیادت کی کہ دنیا کی سب سے بڑی ایٹمی طاقت اس کے سامنے سرنگوں ہوگئی۔جو زبانِ حال سے یہ کہہ کر چلا گیا:

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
اے اہل زمانہ یاد کرو گے ، تاریخ کا ایسا باب ہیں ہم

اور جس کے متعلق میرا ذاتی خیال ہے:

کوئی ان اوصاف کا حامل نہیں ہے اے حبیبؔ
محرمِ دانا ، مرنجاں ، شیردل ، برقِ خرام

مجالس
سید الطائفہ قطب الحالم قطب الاقطاب
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ

بروز زپیر ۲۱ رمضان المبارک ۶۵ھ ۱۹ اگست ۴۶ رائے پورگلزار رحیمی۔

رات کی مجلس میں حضرت والاؒ نے سورۃ والتین کی آیت **لقد خلقنا الانسان تا غیر ممنون** کی تفسیر علماء سے دریافت فرمائی۔ مولانا محمد صاحب انوریؒ، مولانا حبیب اللہ بہاولپوری، خواجہ صاحب مولانا عبداللہ صاحب جالندھریؒ وغیرہ حضرات میں سے مولانا محمد صاحب انوریؒ نے ترجمہ عرض کیا۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ میں ایک بات بیان کرنا چاہتا ہوں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ اس آیت کی تفسیر ہے یا نہیں۔ ہاں سمجھ میں یوں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان میں بڑی صلاحیت رکھی ہے اور اس عالم ناسوت میں بھیج دیا تا کہ وہ ترقی کرے، کیونکہ جو کوئی یہاں کی سردگرم نہ چکھے اس کی تربیت اور ترقی نہیں ہوتی۔ جو ایمان اور نیک عمل کرتے ہیں ان کو اخیر غیر ممنون ہے۔ احقر کے دل میں ایک کھٹک تو اس تفسیر کے متعلق ہو سکتی ہے مگر حضرت والاؒ نے اس مضمون کو تفسیر بھی قرار نہیں دیا۔ مولانا مولوی عبداللہ صاحب جالندھریؒ کے پیٹ میں درد تھا آرام آنے پر عرض کیا کہ حضرتؒ جو گناہ ہو جاتے ہیں ان سے جب توبہ کرتے ہیں تو اگر وہ توبہ قبول ہو گئی تو اس برائی کے اعادے کی نوبت نہ آئی۔ حضرت والاؒ نے فرمایا یہ بات نہیں، بلکہ بار بار توبہ سچے جی سے کرو۔ اگر سچے جی سے توبہ کرو تو قبولیت کی توقع ضرور ہے خواہ بار بار وہ گناہ سرزد ہو جائے۔ مگر اس وقت اس کا ارادہ یہ ہو کہ آئندہ نہیں کروں گا۔

پھر فرمایا کہ آپ تو محدث ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر لوگ گناہ نہ کرتے تو خدا تعالیٰ اور مخلوق گناہ کرنے والی پیدا کرتا، تا کہ وہ توبہ کرتے اور بخشے جاتے اور اگر انسان سے گناہ نہ ہو تو وہ ملک محبوس ہو جائے اور فرشتوں کی طرح ترقی نہ کرے اور گناہ ہو جانا بھی انسان کی ترقی کیلئے بعض اوقات ضروری ہوتا ہے کہ عاجزی کا احساس ہو جو عین مقصود ہے اور اس دربار میں تو عاجزی سب کچھ ہے اور تکبر ہی محرومی کا باعث ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ گناہ کرنے والے بندوں سے جو توبہ کرتے ہیں خوش ہوتا

ہے کہ انہوں نے مجھے رب سمجھا ہے۔ حضرت معاذؓ کی توبہ کا ذکر تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ جناب عزیز الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ نے عرض کیا کہ مجدد صاحبؒ کے ایک مکتوب کے متعلق ہے کہ کیا ولی اللہ ترقی کے بعد تنزل کرتا ہے؟ فرمایا! ہاں، جب بعض اولیاء اللہ زیادہ ترقی کرتے ہیں تو وہ اتنے اونچے ہو جاتے ہیں کہ یہ جسم خالی کی طرح رہ جاتا ہے اور جسم کی خصوصیت بے صبری وغیرہ ہیں اس لیے ان سے بے صبری وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے باوجود کہ وہ بہت بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ مگر یہ سب صورتاً ہوتا ہے حقیقتاً نہیں، پھر فرمایا کہ اس واسطے نہیں بیان کیا جاتا کہ لوگ جرأت نہ کرنے لگیں ورنہ بار بار گناہ اور توبہ شکنی اور پھر توبہ ہونے سے بشرطیکہ جی سے ہو انسان کی ترقی ہی ترقی ہوتی ہے کیونکہ انسان کو اپنی عاجزی کا صحیح احساس بعض اوقات اس طرح ہوتا ہے۔ احقر کے جی میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا شعر یاد آیا۔

گناہ بے عدد را با رستم
ہزاراں بار توبہ ہا شکستم

ان کے بعد حضرت مولانا اشفاق احمد کی طرف متوجہ ہوئے جو رمضان میں آج پیر جی کرامت علی شاہ کو ساتھ لے کر پہلی مرتبہ مجلس میں تشریف لائے اور کچھ مذاقیہ گفتگو فرماتے رہے۔

رات کی مجلس میں حضرت والاؒ سے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب بہاولپوری نے عرض کیا کہ بعض صوفی بزرگوں کے عشق مجازی کے متعلق اشعار ہیں کہ عشق مجازی عشق حقیقی کیلئے کارساز ہے اور ایسے قصے بھی مشہور ہیں کہ کسی عورت وغیرہ سے محبت ہوگئی تو وہ آخر عشق الٰہی کی طرف لے گئی۔ ان کی کیا حقیقت ہے؟ فرمایا کہ میرے نزدیک ایسے اشعار کا یہ مطلب ہے کہ اگر سالک کو اپنے شیخ کی محبت بڑھ کر عشق کے درجہ کو پہنچ جائے تو اس کا انجام باری تعالیٰ کا عشق ہوتا ہے۔ جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی حضور ﷺ سے محبت انتہاء کی تھی کیونکہ جس کی محبت ہو محبّ اس کے اخلاق اور اس کی ہر خوبی سے حصہ پاتا ہے۔ باقی یہ قصے ہیں ممکن ہے کوئی طبیعت ایسی ہو جو کسی طرح بھی نہ چلتی ہو تو ایسا عشق اس کے جمود کو توڑ کر حرکت میں لائے اور پھر اس کو خوبیٔ قسمت سے کوئی ایسی ٹھوکر لگے وہ ادھر سے ٹوٹ

کر حسن وخوبی سے خالق کی طرف متوجہ ہو جائے ،تو جس کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا ہوگا وہ اس کو بیان کرے تو صحیح ہے مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں اور یہ بھی ہے کہ اگر ایسے عاشق کا وصال ہو جائے تو پھر یہ انتقال نہیں ہوتا۔ہجر میں ممکن ہے اور وہ بھی پرانے نیک زمانے میں کوئی اس کی مثال مل جائے تو مل جائے آج کل کے پرفسق ماحول میں تو یہ بالکل نہ چاہیے۔ یہ تو ایسا ہے جیسے کسی نے زہر کھالیا مگر خدا نے فضل کر دیا کہ وہ کسی اور مرض کے ازالہ کا باعث ہو گیا اور کسی وجہ سے زہر کھانے والے کو اتفاقاً ہلاکت سے بچانے والا کوئی تریاق مل گیا اور یہ بھی سب شاذ و نادر اتفاقاً ہے ورنہ یہ حقیقتاً زہر کھانا ہے، ورنہ دراصل شیخ سے عشق کا نام عشق مجازی ہے کیونکہ حقیقتاً شیخ اور غیر باری تعالیٰ کے غیر ہی تو ہیں۔ انسان خدا تعالیٰ سے براہِ راست محبت کرے یہ بڑی بات ہے۔ لہٰذا شیخ سے محبت اس کا ذریعہ بن جائی آسان ہے۔ نیکوں کی محبت کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ انسان میں وہ رنگ لاتی ہے جو محبوب میں ہو۔

یہ بھی فرمایا کہ ذکر تو آہستہ آواز سے ہی کرنا چاہیے اور حضرت والاؒ نے کر کے بھی دکھایا کہ حضرتؒ نے تو مجھے اس طرح کر کے بتایا تھا مگر خود بخود شوق میں اگر آواز بلند ہو جائے تو وہ جہر وہ نہیں جس کی ممانعت آئی ہے کہ چلا کر ذکر نہ کرو۔ چنانچہ فرمایا کہ میرا حجرہ حالانکہ مدرسہ کے پاس تھا مگر جہر کی وجہ سے مدرسہ اور دیگر قسم کے شور بالکل سنائی نہیں دیا کرتے تھے۔ رفع خیالات اور یکسوئی کے خیال اگر شیخ کسی کو زور کے ذکر کو فرمائے تو وہ ازالہ مرض کیلئے ہیں اور علاج کیلئے ایسا کرنا منہی عنہ نہیں ہے اور یہ ذکر جہر کچھ صحبت کی کمی کو بھی تھوڑا بہت پورا کرتا ہے ورنہ اصل تو صحبت ہے۔ غلام مصطفیٰ صاحب کو اور بعض کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنے مسلک پر سختی اور لوگوں سے نرمی یہ ہم نے اپنے بزرگوں میں دیکھی ہے۔ اوروں میں ہونے کا انکار نہیں مگر اوروں کی صحبت کا ہمیں اتفاق نہیں ہوا۔ اپنے بزرگوں کو اگر ہم نہ دیکھتے تو یا یوں سمجھتے کہ سلسلہ یونہی ہے یا یہ کہ پہلے کوئی بزرگ ہوں گے جن کا ذکر کتابوں میں ہے۔ ہمارے حضرتؒ کے ایسے اخلاق تھے کہ مداہنت ذرہ بھر نہ تھی مگر درست بات حالانکہ تلخ ہوتی ہے مگر ایسے نرم طریق پر فرمایا کرتے کہ گویا والدہ گود میں بٹھا کر سمجھا رہی ہے۔ میرے اندر تو یہ بات نہیں مگر ہم نے اپنے بزرگوں میں ضرور دیکھی ہے اور اس کا نام حسنِ معاشرت ہے جو نہایت ضروری ہے۔

جناب عزیز الرحمٰن صاحب نے لباس کے متعلق عرض کیا تو حضرت والاؒ نے فرمایا کہ اسلام نے کوئی خاص پوشاک مقرر نہیں فرمائی۔ البتہ پوشاک میں بعض امور سے منع کیا ہے اور ستر پوشی کو لازم کیا ہے۔ تو جس پوشاک میں ستر پوشی ہو اور منہی عنہ امور نہ ہو، وہ جائز ہے اور اپنے صالحین کا لباس اختیار کرنا افضل ہے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب گمتھلوی مدظلہٗ نے اس میں حضور ﷺ کے لباس سے مشابہت پر زور دیا اور خواجہ صاحب نے ایسے لباس کو بنیت اتباع پہننا کارِ ثواب مگر ملکی اور قومی لباس کو جن میں منکرات نہ ہوں فرمایا جائز ہے۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ صالحین کا لباس افضل ہے مثلاً ہندوستان میں جو لباس اہل اللہ نے اختیار کیے رکھا ہے وہ نہ تو حضور ﷺ کا ہے نہ اہل عرب کا۔ ہندوستان کا قومی اور ملکی لباس ہے تو جو چیز اس میں صلحا اختیار کر لیں وہ اوروں کے لیے قابلِ اختیار کے بعد افضل ہو جاتا ہے۔

احقر کے خیال میں اس پر ایک دو شعر یاد آئے فارسی کے

ہر که گیر علتے علت شود
کفر گیرد کاملے ملت شود

رند جو ظرف اٹھالیں وہی ساغر بن جائے جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہی میخانہ بن جائے۔

چنانچہ ایک زمانہ میں بٹن لگانا بدعت تھا جیسے امیر الروایات میں آیا ہے۔ اب صلحاء نے قبول فرمالیا اور جوتوں میں دائیں بائیں کے امتیاز کے جوتے پہننا معیوب سمجھا جاتا تھا اب صلحاء نے بھی پہننا اختیار کرلیا ہے۔ جب دس گیارہ سال پہلے احقر یہاں آیا تھا تو اکثر مولانا مولوی عبدالعزیز خان صاحب سے دائیں بائیں پاؤں کے امتیاز کے جوتوں کے متعلق گفتگو رہی وہ تشبہ بالکفار قرار دے کر ان سے منع فرماتے تھے۔ اس کے بعد ہمارے حضرت والا نے ہی ایسے جوتے پہننے شروع کر دیئے۔ خود مولوی صاحب بھی پہننے لگے تو اب گویا یہ تبدیلی درست ہوگئی۔ یہی حال اور اشیاء کا ہے اب کے مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب نے درسٹ واچ کلائی پر لگا رکھی ہے۔ شاید یہ کسی بزرگ کے دیکھ لی ہو ورنہ اس سے پہلے جیبی گھڑی کا رواج تھا۔

حج

حج کا طریقہ

۸رذی الحجہ حج کا پہلا دن

حج کی تیاری: ۸رذی الحجہ کی رات کو منیٰ جانے کی تیاری مکمل کریں۔

احرام کی تیاری: سر کے بال سنواریں، خط بنوائیں مونچھیں کتریں، ناخن کاٹیں، زیرِ ناف اور بغل کے بال صاف کریں۔

غسل: احرام کی نیت سے غسل کریں ورنہ وضو کریں۔

احرام کی چادریں: مرد ایک سفید چادر باندھیں اور دوسری اوڑھیں اور جوتے اتار کر ہوائی چپل پہنیں، خواتین کتاب کے مطابق اپنے مخصوص طریقہ احرام پر عمل کریں۔

نفل نماز: ایک نفلی طواف کریں ورنہ اگر مکروہ وقت نہ ہو تو مرد حرم شریف میں آ کر احرام کی نیت سے دو رکعت نفل سر ڈھک کر ادا کریں اور خواتین گھر میں یہ نفل پڑھیں۔

نیت اور تلبیہ: اب اپنا سر کھول کر اس طرح نیت کریں:

اے اللہ! میں حج کی نیت کرتا/کرتی ہوں اس کو میرے لیے آسان اور قبول فرما لیجیے۔ آمین۔

پھر فوراً لبیک کہیں اور دعا کریں۔

احرام کی پابندیاں: احرام کی پابندیاں شروع ہو گئیں، ان کی تفصیل تازہ کریں اور ان کا خاص خیال رکھیں۔

منیٰ روانگی: طلوع آفتاب کے بعد منیٰ روانہ ہوں اور راستہ بھر زیادہ سے زیادہ تلبیہ پڑھیں اور دیگر تسبیحات پڑھتے رہیں۔

مِنیٰ میں: مِنیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ۹؍ذی الحجہ کی فجر کی نماز ادا کریں اور رات مِنیٰ میں رہیں۔

۹؍ذی الحجہ حج کا دوسرا دن

عرفات روانگی: نماز فجر مِنیٰ میں ادا کریں، تکبیر تشریق کہیں لبیک کہیں اور تیاری کر کے زوال ہونے پر عرفات پہنچ جائیں۔

غسل: غسل کریں ورنہ وضو کریں اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ اور کچھ دیر آرام کریں۔

وقوفِ عرفات: زوال ہوتے ہیں وقوفِ عرفہ شروع کریں اور شام تک لبیک کہنے، دعا اور توبہ استغفار کرنے اور چوتھا کلمہ پڑھنے اور الحاح وزاری میں گزاریں اور وقوفِ عرفہ کھڑے ہو کر کرنا افضل ہے اور بیٹھ کر بھی جائز ہے۔

ظہر وعصر کی نماز: ظہر کی نماز ظہر کے وقت اور عصر کی نماز عصر کے وقت اذان وتکبیر کے ساتھ باجماعت ادا کریں۔

مُزدَلِفہ روانگی: جب عرفات میں سورج ڈوب جائے تو مغرب کی نماز پڑھے بغیر ذکر وتلبیہ پڑھتے ہوئے مزدلفہ روانہ ہو جائیں۔ یاد رہے سورج ڈوبنے سے پہلے عرفات سے نکلنا جائز نہیں ورنہ دم واجب ہوگا۔

مغرب اور عشاء کی نماز: مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر عشاء کے وقت میں ادا کریں۔ دونوں نمازوں کے لیے صرف ایک اذان اور ایک اقامت کہی جائے، پہلے مغرب کی فرض نماز باجماعت ادا کریں پھر تکبیر تشریق اور لبیک کہیں اس کے بعد فوراً عشاء کے فرض باجماعت ادا کریں۔ اس کے بعد مغرب کی دو سنت پھر عشاء کی دو سنت اور وتر پڑھیں۔ نفل پڑھنے کا اختیار ہے۔

ذکر ودُعا: یہ بڑی مبارک رات ہے اس میں ذکر، تلاوت، درود شریف پڑھیں، لبیک کہیں اور خوب دعا کریں اور کچھ دیر آرام بھی کریں۔ (غنیۃ)

کنکریاں: بڑے چنے کے برابر ستر کنکریاں فی آدمی چُنیں۔

نماز فجر اور وُقُوف: صبح صادق ہونے پر اذان دے کر سنت پڑھ کر فجر کی نماز باجماعت ادا کریں اور

وقوف مزدلفہ کریں۔

مِنیٰ واپسی: جب سورج نکلنے والا ہوتو مِنیٰ روانہ ہو جائیں۔

۱۰/ذی الحجہ حج کا تیسرا دن

جمرہ عقبہ کی رمی: مِنیٰ پہنچ کر جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں الگ الگ ماریں۔(جان کے خطرے کے پیشِ نظر شام کو یا رات کو کنکریاں مارنا مناسب ہے)

تلبیہ بند: جمرۃ العقبہ کو کنکری مارتے ہی لبیک کہنا بند کر دیں اور رَمی کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہریں یوں ہی قیام گاہ چلے آئیں۔اس کے بعد قربانی کریں۔

قربانی: قربانی کے تین دن مقرر ہیں: ۱۰/۱۱/۱۲/ذی الحجہ۔ دن میں یا رات میں جب چاہیں قربانی کریں۔ ۱۱/ذی الحجہ کو قربانی اکثر آسان ہوتی ہے اور قربانی خود کریں یا کسی معتمد شخص کے ذریعے کروائیں۔

حَلق یا قصر: قربانی سے فارغ ہوکر مرد اپنا سر منڈوائیں اور خواتین انگلی کے پورے سے کچھ زیادہ پوری چوٹی کے اتنے بال کاٹ دیں کہ اس میں کم ازکم چوتھائی سر کے بال کٹنے کا پکا یقین ہو جائے۔

طواف زیارت: اب طواف زیارت کریں اس کا وقت ۱۰ سے ۱۲/ذی الحجہ کے آفتاب غروب ہونے تک ہے، دن میں یا رات میں جب چاہیں کریں عموماً ۱۱/ذی الحجہ کو آسانی رہتی ہے (طواف زیارت کا طریقہ وہی ہے جو عمرہ کے طواف کا ہے۔) اور طواف باوضو ضروری ہے۔

حج کی سعی: اس کے بعد سعی کریں (سعی کا وہی طریقہ ہے جو عمرہ کی سعی کا ہے) اور سعی باوضو کرنا سنت ہے۔

مِنیٰ واپسی: سعی سے فارغ ہوکر مِنیٰ واپس آجائیں۔اور رات مِنیٰ میں ہی بسر کریں۔

۱۱/ذی الحجہ حج کا چوتھا دن

جمرات کی رمی: گیارہ تاریخ کو زوال کے بعد تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارنی ہیں (عموماً غروبِ آفتاب سے ذرا پہلے اور رات میں رمی کرنا آسان ہوتا ہے اور جان کے خطرہ کی بناء پر رات میں

رمی کرنا بلا کراہت درست ہے۔)

دعا کریں: جمرہ اولیٰ پر سات کنکریاں مار کر ذرا سا آگے بڑھ کر قبلہ رو ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر حمد و ثنا کر کے جو دل چاہے دعا کریں۔ کوئی خاص دعا ضروری نہیں ہے۔

دعا کریں: اس کے بعد جمرہ وسطیٰ پر سات کنکریاں ماریں اور قبلہ رو کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے خوب دعا کریں۔ یہاں بھی کوئی خاص دعا ضروری نہیں ہے۔

دعا نہ کریں: اس کے بعد جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں ماریں اور رمی کے بعد بغیر دعا کیے اپنی جگہ واپس آجائیں۔

ذکر و عبادت: قیام گاہ میں آکر تلاوت، ذکر اللہ، توبہ و استغفار اور دعا میں مشغول رہیں اور گناہوں سے دور رہیں۔

۱۲؍ذی الحجہ حج کا پانچواں دن

جمرات کی رمی: تینوں جمرات کو زوال کے بعد سات سات کنکریاں ماریں۔ (غروب آفتاب سے ذرا پہلے رمی کرنا اکثر آسان ہوتا ہے اور جان کے خطرہ کے لحاظ سے رات میں رمی کرنا مکروہ بھی نہیں ہے۔)

دعا کریں: جمرۃ اولیٰ پر سات کنکریاں ماریں اور ذرا سا آگے بڑھ کر قبلہ رو کھڑے ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر حمد و ثنا کریں اور خوب دعا کریں۔

دعا کریں: اس کے بعد جمرۃ وسطیٰ پر سات کنکریاں ماریں اور قبلہ رو کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں اور درود شریف پڑھ کر خوب دعا کریں، یہاں بھی کوئی خاص دعا ضروری نہیں ہے۔

دعا نہ کریں: اس کے بعد جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں ماریں اس کے بعد بغیر دعا کیے اپنی جگہ پر واپس آجائیں۔

اختیار: آج کی رمی کے بعد اختیار ہے منیٰ میں مزید قیام کریں یا مکہ مکرمہ آجائیں۔

طوافِ وداع: حج کے بعد جب مکہ مکرمہ سے وطن واپسی کا ارادہ ہو تو طواف وداع واجب ہے (اس

طواف کا طریقہ عام نفل طواف کی طرح ہے۔)

مدینہ طیبہ کی حاضری

نیتِ سفر مدینہ: جب مدینہ منورہ کا سفر شروع کریں تو اس طرح نیت کریں:

اے اللہ! میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کرتا ہوں، اے اللہ! اسے قبول فرمالیجیے۔ (عمدۃ المناسک)

اہتمام سنت: سفرِ مدینہ میں سنتوں پر عمل کرنے کا خاص خیال رکھیں۔

درود شریف: اس سفر میں درود شریف بکثرت پڑھیں۔

مدینہ میں: مدینہ طیبہ کی آبادی نظر آنے پر شوقِ دید زیادہ کریں اور درود وسلام خوب پڑھتے ہوئے عاجزی سے داخل ہوں۔

مسجدِ نبوی: قیام گاہ پر سامان رکھ کر غسل کریں ورنہ وضو کریں، اچھا لباس پہنیں، خوشبو لگائیں اور ادب واحترام سے درود شریف پڑھتے ہوئے مسجدِ نبوی کی طرف چلیں۔

بابِ جبرائیل: باب جبرائیل یا باب السلام ورنہ کسی بھی دروازے سے داخل ہوں اور پڑھیں:

اللهم صل علىٰ محمد وعلى آل محمد وصحبه وسلم اللهم اغفرلى ذنوبى وافتح لى ابواب رحمتك

دایاں قدم: ادب سے دایاں قدم رکھیں اور نفلی اعتکاف کی نیت کرلیں تو اچھا ہے۔ (غنیۃ)

نفل نماز: اگر مکروہ وقت نہ ہو تو ریاض الجنۃ میں محراب النبی کے پاس ورنہ کسی بھی جگہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیں اور پھر دل وجان سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کریں، دعا کریں اور توبہ کریں۔ (حیات)

روضۂ مبارک پر حاضری: اب انتہائی خشوع وخضوع، ادب واحترام کے ساتھ روضۂ اقدس کی طرف چلیں اور جالیوں کے سامنے پہلے سراخ کے آگے تین چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑے ہو جائیں، اور نظریں جھکالیں۔ (حیات)

درود وسلام: اور درمیانی آواز سے اس طرح سلام عرض کریں:

السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته

پھر اس طرح کہیں:

الصلوٰة والسلام عليك يارسول الله

الصلوٰة والسلام عليك يا نبى الله

الصلوٰة والسلام عليك يا حبيب الله

دعا: اس کے بعد حضور ﷺ سے شفاعت کی درخواست کریں اور ۳ بار کہیں: اسئلك الشفاعة يارسول الله اور آپ کے وسیلہ سے دعا کریں جس میں حسنِ خاتمہ، اللہ تعالیٰ کی رضا اور مغفرت بطور خاص مانگیں۔ (غنیۃ)

دوسروں کا سلام: اس کے بعد جس عزیز یا دوست کا سلام کہنا ہو اس طرح عرض کریں: الصلوٰة والسلام عليك يارسول الله من فلان بن فلان (فلاں بن فلاں کی جگہ اس عزیز کا نام مع ولدیت ادا کریں)۔

صدیق اکبرؓ پر سلام: اس کے بعد دائیں طرف جالیوں میں دوسرے سوراخ کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح سلام عرض کریں: السلام عليك يا سيدنا خليفة رسول الله جزاك الله عن امة محمد خيرا

عمر فاروقؓ پر سلام: اس کے بعد پھر ذرا دائیں طرف ہٹ کر تیسرے سوراخ کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح سلام عرض کریں: السلام عليك يا سيدناامير المؤمنين عمر الفاروق جزاك الله عن امة محمد خيرا

دونوں کی خدمت میں: اس کے بعد ذرا بائیں طرف بڑھ کر دونوں حضرات خلفاء کے بیچ میں کہیں: السلام عليكما يا وزيرى رسول الله جزاكماالله احسن الجزاء

حضور ﷺ کی خدمت میں: اس کے بعد پھر ذرا بائیں طرف بڑھ کر پہلے سوراخ کے سامنے آجائیں اور ذوق وشوق سے حضور ﷺ کی خدمت میں درود وسلام پیش کریں، جس کے الفاظ اوپر لکھے گئے ہیں اور

پھر اپنے لیے، اہل وعیال اور والدین وغیرہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ (حیات)

دعا: اس کے بعد مسجدِ نبوی میں ایسی جگہ چلے جائیں کہ قبلہ رو ہونے میں روضۂ اقدس کی پیٹھ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے خوب رو رو کر دعا کریں، سلام عرض کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

چالیس نمازیں: مرد حضرات مسجد نبوی میں چالیس نماز ادا کریں لیکن یہ چالیس نمازوں کی پابندی ضروری نہیں ہے، محض مستحب ہے۔

مسجد قُبا: ہفتے کے دن ورنہ جب موقع ملے مسجد قبا میں دو رکعت نفل ادا کرلیا کریں، بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔

جنت البقیع: کبھی کبھی جنت البقیع جایا کریں، ایصالِ ثواب، دعاءِ مغفرت اور ان کے وسیلہ سے اپنے لیے دعا مانگ لیا کریں۔

مدینہ سے واپسی: جب مدینہ منورہ سے واپسی ہو تو طریقۂ بالا کے مطابق روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں، اس جدائی پر آنسو بہائیں اور دعا کریں اور دوبارہ حاضری کی حسرت کے ساتھ واپس ہوں۔ وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

قربانی کے احکام

''اضحیۃ'' یعنی قربانی کی شرعی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

وهی فی الشرع اسم لحیوان مخصوص بسن مخصوص، یذبح بنیة القربة فی ایام مخصوص. (تبیین الحقائق ج۶ ص۲)

''شریعت اسلامی میں اضحیہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جو مخصوص عمر کا اور مخصوص دن میں ثواب کی نیت سے ذبح کیا جائے۔''

علامہ حنیف گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

اصطلاح شرعی میں اضحیہ اس مخصوص جانور کو کہتے ہیں جو بہ نیت قربت ایک خاص وقت میں ذبح کیا جائے۔ حیوان مخصوص سے مراد گائے، بیل، بھیڑ، بکری اور اونٹ ہے اور وقتِ خاص سے مراد ایام نحر ہیں۔'' (طلوع النیرین ج۵ ص۳۰۴)

قربانی کا رکن:

جس جانور کو قربانی کرنا جائز ہے اُسے قربانی کی نیت سے قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا یہ قربانی کا رکن کہلاتا ہے۔ کیونکہ کسی چیز کا رکن وہی چیز ہوتی ہے جس سے وہ قائم یا قرار پاتی ہو اور قربانی کا قائم وقرار اس فعل یعنی ذبح کرنے سے قائم یا قرار پاتا ہے۔ لہٰذا یہ قربانی کا رکن قرار پایا۔ (فتاویٰ عالمگیری اردو قدیم ج۴ ص۲۲۱)

قربانی کی صفت:

امام علاؤالدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی المعرف ملک العلماءؒ المتوفی ۵۸۷ھ رقمطراز ہیں:

قربانی دو قسم کی ہوتی ہے:

(۱) واجب (۲) نفل۔

قربانی واجب یا سنت؟

حضرات ائمہ اور فقہاء میں سے بعض قربانی کے وجوب کے قائل ہیں اور بعض کے نزدیک سنت ہے۔
امام الائمہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مالدار شخص پر قربانی واجب ہے۔ امام مالکؒ کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے۔ ربیعہ، اوزاعی، لیث بن سعد، ثوری، نخعی وغیرہ وجوب کے قائل ہیں۔
امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور حنفیہ سے امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قربانی سنت ہے اور امام مالک کا دوسرا قول بھی سنت کا پایا جاتا ہے۔ سوید بند غفلہ، سعید بن مسیّب، علقمہ، اسود، عطاء اسحاق، ابوثور اور ابن منذر بھی سنت ہونے کے قائل ہیں۔ (ہدایۃ المجتہد ج ا ص ۴۲۶ کتاب الضحایا۔ شرح مہذب ج ۸ ص ۳۵۳۔ المغنی ابن قدامہ ج ۱۳ ص ۳۲۰۔ تکملہ فتح الملہم ج ۳ ص ۵۴۸)
امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب اسے سنت موکدہ قرار دیتے ہیں۔ ہر اس آدمی کیلئے سنت ہے جو اس کی وسعت رکھتا ہو۔ اس حکم میں شہری، دیہاتی، مسافر، مقیم اور منیٰ میں حاجی سب برابر ہیں۔ (شرح مہذب ج ۸ ص ۳۵۲)
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ المتوفی ۱۴۰۲ھ لکھتے ہیں:
اکثر اہل علم حضرات کے نزدیک قربانی سنت موکدہ ہے واجب نہیں۔ یہی روایت حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت مسعود البدریؓ سے ہے۔ اور سوید بن غفلہ، سعید بن المسیب، علقہ اسود، عطاء اور امام شافعی، اسحاق، ابوثور اور ابن منذر کا بھی یہی قول ہے۔ جبکہ ربیعہ، امام مالک، الشور، اوزاعی، لیث اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ (اوجز المسالک ج ۴ ص ۲۱۴)
بعض ائمہ اور فقہاء کرام کے نزدیک قربانی کرنا سنت یا نفل ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ قربانی سنت ہونے کے دلائل پیش فرماتے ہیں:
۱) **عن ام سلمةؓ تعالیٰ عنها عن النبیﷺ قال: من رأی هلال ذی الحجة منكم. واراد ان یضحی فلیمسک عن شعره واظفاره.** (صحیح مسلم ج ص ۱۶۰ کتاب الاضاحی، سنن ابوداود ج ۲ ص ۲، کتاب ماجاء فی ایجاب الاضاحی۔ سنن ابن ماجہ ص ۲۲۷، ترمذی ج ا ص ۱۸۴ اخرابواب الاضاحی)
''ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قربانی کرنے کا

ارادہ رکھتا ہو وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد نہ بال منڈوائے اور نہ ناخن تراشے۔''

سنن نسائی کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

من اراد يضحى فلا يقلم من اظفاره ولا يخلق شأمن شعره فى عشر الاول من ذى الحجة. (سنن نسائی ج۲ص۱۷۸کتاب الضحایا)

''جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ ذی الحجہ کے پہلے دس دن نہ ناخن کاٹے اور نہ ہی بال منڈوائے۔''

۲)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین چیزیں میرے لیے لازمی قرار دی گئی ہیں اور تمہارے لیے وہ سنت ہیں:

الوتر ، النحر ، ركعتا الفجر (سنن دارقطنی ج۲ص۲۱) نماز وتر، قربانی اور فجر کی دو رکعت۔''

۳) یہ حضرات دلیل پیش کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ ایک ایک، دو دو سال بھی قربانی نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ مالدار اور صاحب حیثیت نہیں ہوتے تھے۔

واجب قربانی کی اقسام:

واجب قربانی کی کئی قسمیں ہیں:

۱)ایک وہ جو ہر مالدار آدمی اور فقیر پر واجب ہے۔

۲)دوسری وہ جو فقیر پر واجب ہے مالدار پر واجب نہیں۔

۳) تیسری وہ ہے جو مالدار پر واجب ہے فقیر پر واجب نہیں۔

پہلی قسم کی قربانی جو امیر اور غریب دونوں پر واجب ہے یہ نذر کی قربانی ہے۔

جیسے کسی امیر یا غریب آدمی نے کہا! اللہ کیلئے مجھ پر لازم ہے کہ میں ایک بکری دوں گا یا کہا کہ ایک اونٹ قربان کر دوں گا، یا اس طرح کہا کہ یہ بکری یا اونٹ ضرور قربان کر دوں گا۔ یا وہ کہے کہ مَیں نے اس بکری کو قربانی کیلئے وقف کر دیا ہے۔''

دوسری قسم کی وہ قربانی ہے جو فقیر غریب آدمی پر واجب ہوتی ہے لیکن امیر پر واجب نہیں ہوتی۔ مثلاً غریب آدمی نے ایک بکری اس نیت سے خریدی کہ وہ اس کی قربانی کرے گا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔

اگر امیر آدمی نے قربانی کا جانور خریدا تو اس پر محض قربانی کا جانور خریدنے کی وجہ سے قربانی واجب نہیں ہوگی۔ یوں ہی اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور خریدا یا اس کے پاس قربانی کا جانور تھا تو اس نے ایسے جانور کی قربانی کی نیت نہیں کی یا اس نے جانور خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہیں کی۔ خرید لینے کے بعد اس نے قربانی کی نیت کر لی تو اس آدمی پر اس جانور کی قربانی کرنا واجب نہیں ہوگی۔ خواہ وہ آدمی امیر ہو یا غریب ہو۔

تیسری وہ قربانی جو امیر آدمی پر واجب ہوتی ہے لیکن فقیر اور غریب پر واجب نہیں ہوتی۔ یہ ایسی قربانی ہے جو اس پر نذر اور خریداری کے وقت قربانی کی نیت کیے بغیر واجب ہوئی۔ یعنی زندگی کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ رکھنے کیلئے قربانی کی جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہی ایام میں انہیں کے بیٹے کے بدلے دنبہ ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ (البدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۱۔۶۲)

نفلی قربانی:

ایسا مسافر یا غریب آدمی جس نے نہ تو قربانی کی نذر مانی اور نہ قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہو اس کے باوجود اس نے قربانی کر دی ہو تو یہ نفلی قربانی ہوگی۔

شرائط وجوب:

قربانی واجب ہونے کی شرائط چار ہیں:

(۱) اسلام (۲) آزادی (۳) اقامت (۴) غناء

قربانی واجب ہونے کیلئے مسلمان ہونا شرط اولیں ہے۔ کسی کافر پر قربانی واجب نہیں۔ اس لیے کہ قربانی ایک عبادت ہے اور کافر عبادت کا اہل نہیں۔ لیکن ایام قربانی میں اول سے آخرت وقت تک اسلام کا ہونا شرط نہیں ہے، اگر کوئی آدمی اوقات قربانی میں اول وقت میں کافر تھا اور قربانی کے آخر وقت میں مسلمان ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔ اس لیے کہ وجوب کا وقت اس واجب یعنی قربانی کی ادائیگی سے منفصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس وقت کے کسی جزو کا باقی ہونا وجوب کیلئے کفایت کر جاتا ہے۔

دوسری شرط آزاد ہونا ہے۔ لہٰذا قربانی کسی غلام پر واجب نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ یہ مالی حق ہے جس کا مال کی ملکیت سے تعلق ہے۔ اسی وجہ سے غلام پر نہ زکوٰۃ فرض ہے اور نہ ہی صدقہ فطر۔ تاہم وجوب

کیلئے اول سے آخرت وقت تک آزاد ہونا شرط نہیں ہے، اگر کوئی غلام قربانی کے بالکل آخر وقت میں آزاد ہوا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔

تیسری شرط اقامت کی ہے، لہٰذا کسی مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے اور قربانی کے سارے اوقات میں مقیم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص قربانی کے اول وقت میں مسافر تھا پھر قربانی کے آخر وقت میں مقیم ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔

چوتھی شرط غناء ہے یعنی مالدار ہونا۔ مالداری سے مراد اتنا مال موجود ہو کہ جس سے صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے، ایسی مالداری مراد نہیں جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اس لیے کہ قربانی کے وجوب کیلئے وقتی مالداری کافی ہے۔ اس مال پر سال گزرنا شرط بھی نہیں ہے۔

قربانی واجب ہونے کیلئے عاقل اور بالغ ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ اگر چہ مالدار ہو تو اس کی طرف سے اس کا باپ یا وصی قربانی کر سکتا ہے۔ (البدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۲۔۶۳)

احادیث و آثار:

حضرات فقہاء کرام نے جن احادیث سے یہ مسائل اخذ کیے ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

قربانی واجب ہونے کی دلیل۔

عن ابی ہریرۃ قال. قال رسول اللہ ﷺ من کان لہ سعۃ ولم یضع فلا یقر بن مصلانا. (سنن ابن ماجہ ص ۲۲۶ کتاب الاضاحی باب الاضاحی واجبۃ ام لا مسند امام احمد ج ۲ ص ۳۲۱. سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۷۷ باب الصید والذبائح)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص وسعت رکھتا ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔"

امام حاکمؒ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ من وجد سعۃ لان یضحی. فلم یضع فلا یحضر مصلانا .
(مستدرک حاکم ج ۲ ص ۳۸۹ کتاب التفسیر باب التشدید فی الامر الضحیہ)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی قربانی کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔"

صاحب ہدایہ امام ابوالحسن برہان الدین علی بن ابوبکر فرغانیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
ومثل هذا الوعيد لا يلحق بترک غير الواجب. (ہدایہ ج رابع کتاب الضحیہ)
''یہ بڑی سخت وعید ہے جو واجب ہی کے چھوڑنے پر وارد ہو سکتی ہے غیر واجب کے ترک پر نہیں۔''
لہٰذا اس حدیث سے قربانی واجب ہونا ثابت ہوتا ہے:
عن البراء بن عازب عن ابی برده بن نیار. قال یارسول الله ﷺ ان عندی جذعة قال اذبحهار ولن تجزی عن احد بعدک. (صحیح بخاری ج۲ص۸۳۲ کتاب الاضاحی صحیح مسلم ج۲ص۱۵۵ کتاب الاضاحی باب سن الاضحیہ)
''سیدنا براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بردہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے پاس جذعہ (یعنی ایک سال سے کم عمر بکری کا بچہ ہے) آپ ﷺ نے فرمایا تم اسے ہی ذبح کر لو لیکن تمہارے بعد اس کی قربانی کسی اور کیلئے جائز نہیں ہوگی۔''
حضرت ابو بردہؓ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تھی جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ پوری عمر کی بکری ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ لیکن ان کے پاس پوری عمر کی بکری نہ ہونے کی وجہ سے بکری کا بچہ ذبح کرنے کی اجازت دی اور یہ بھی وضاحت فرما دی کہ کسی اور کیلئے کم عمر قربانی دینا جائز نہیں ہے۔''
فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو حضور اکرم ﷺ دوبارہ جانور ذبح کرنے کا حکم نہ دیتے۔
علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: **وکل ذلک دلیل الوجوب.** (البدائع الصنائع ج۵ص۶۲)
''یہ تمام باتیں قربانی کے وجوب کی دلیل ہیں۔''
سنن نسائی کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:
عن اراد ان یضحی فلا یقلم من اظفاره ولا یخلق شیاً من شعره فی عشر الول من ذی الحجة. (سنن نسائی ج۲ص۱۷۸ کتاب الضحایا)
''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں میرے لیے لازمی قرار دی گئی ہیں اور تمہارے لیے وہ سنت ہیں: **الوتر، النحر، رکعتا الفجر** (سنن دارقطنی ج۲ص۲۱)
یہ حضرات تیسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ ایک ایک، دو دو۔ سال بھی قربانی نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ وہ مالدار اور صاحب حیثیت نہیں ہوتے تھے۔

قربانی کس پر واجب ہے

جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو یا جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت ہو یا اتنی قیمت کا مالِ تجارت ہو یا فاضل سامان پڑا ہو اس پر قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہو جاتے ہیں، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں اس پر قربانی بھی واجب نہیں، یہ بات صحیح نہیں ہے، یوں کہنا تو درست ہے کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں اس پر قربانی واجب نہیں، کیونکہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر زکوٰۃ فرض نہیں اس لیے کہ انکے پاس سونا چاندی یا مالِ تجارت یا نقدی نصاب کے بقدر نہیں ہوتی، لیکن بہت سا فاضل سامان پڑا ہوتا ہے (جیسے استعمال کیا ہوا ضرورت سے زائد فرنیچر وغیرہ) اگر یہ فاضل سامان ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہو جاتی ہے لیکن زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، ایک فرق اور بھی ہے وہ یہ کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے جب نصاب پر چاند کے اعتبار سے بارہ مہینے گزر جائیں اور قربانی واجب ہونے کے لیے قربانی کی تاریخ آنے سے پہلے چوبیس گھنٹے گزرنا بھی ضروری نہیں ہے مثلاً اگر کسی پاس بقر عید کی نویں تاریخ کو عصر کے وقت ایسا مال آیا جس کے ہونے سے قربانی واجب ہوتی ہے اور دس تاریخ میں بھی اس کے پاس موجود رہا تو اس پر کل کو قربانی واجب ہو جائے گی اور گھر کے ہر شخص کی ملکیت علیحدہ دیکھی جائے گی اگر کسی گھر میں باپ، بیٹے اور بیٹوں کی ماں ہر ایک کی ملکیت میں اتنا مال ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہوگی، البتہ نابالغ کی طرف سے کسی حال میں قربانی کرنا لازم نہیں۔ عورتوں کے پاس عموماً اتنا زیور ہوتا ہے جس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ اس لیے ایسی خواتین کو اپنی قربانی کر لینی چاہیے۔

قربانی کے جانور

قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی، بکرا، بکری، بھیڑ، بھیڑا، دنبہ، دنبی کی قربانی ہو سکتی ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں اگر چہ کتنا زیادہ قیمتی ہو اور کھانے میں جس قدر بھی مرغوب ہو، لہٰذا ہرن کی قربانی نہیں ہو سکتی، اسی طرح دوسرے حلال جنگلی جانور قربانی میں ذبح نہیں کیے جا سکتے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی میں سات حصے ہو سکتے ہیں یعنی ان میں سے

ایک جانور سے سات قربانیاں ہوسکتی ہیں خواہ ایک ہی آدمی ایک گائے لے کر اپنے گھر کے آدمیوں کے وکیل بنانے سے ان کا وکیل بنکر ساتھ حصے تجویز کر کے ذبح کر دے یا مختلف گھروں کے ایک ایک یا دو دو حصے لے کر سات حصے پورے کرلیں، مگر شرط یہ ہے کہ جتنے شریک ہوں ہر ایک کی نیت قربانی کی ہو یا کسی نے عقیقہ کے لیے ایک دو حصے لے لیے ہوں۔ چونکہ عقیقہ میں بھی اللہ ہی کے لیے خون بہایا جاتا ہے اس لیے عقیقہ کا حصہ قربانی کے جانور میں لیا جاسکتا ہے۔ جتنے لوگوں نے قربانی کے جانور میں شرکت کی، اگر ان میں سے کسی ایک آدمی کی نیت بھی اس گوشت کی تجارت کرنے یا محض گوشت کھانے کی ہو تو کسی کی قربانی ادا نہ ہوگی اور اگر بھینس، گائے، اونٹ میں سات حصوں سے کم حصے کر لیے مثلاً چھ حصے کر کے چھ آدمیوں نے ایک ایک حصہ لے لیا یا پانچ آدمیوں نے پانچ حصے کر کے ایک ایک حصہ لے لیا تب بھی قربانی درست ہو جائے گی بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہوں اور اگر آٹھ حصے بنا لیے اور آٹھ قربانی والے شریک ہو گئے تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔(عالمگیری)

مسئلہ: چھوٹے جانور، یعنی بکرا بکری وغیرہ میں شرکت نہیں ہوسکتی، ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہوسکتا ہے۔(عالمگیری)

قربانی کے جانور کی عمریں

مسئلہ: گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو سال اور اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر بھیڑ یا دنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال بھر والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو تو اس کی قربانی بھی ہوسکتی ہے بشرطیکہ چھ مہینے سے کم کا نہ ہو۔

کیسے جانور کی قربانی درست ہے

چونکہ قربانی کا جانور بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا جاتا ہے اس لیے بہت عمدہ، موٹا تازہ، صحیح سالم، عیبوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ قربانی کے جانور کے آنکھ کان خوب اچھی طرح دیکھ لیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کے کان کا پچھلا حصہ یا اگلا حصہ کٹا ہوا ہو اور نہ ایسے جانور کی قربانی کریں جس کا کان چیرا ہوا ہو، یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔(رواہ الترمذی)

اور حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ سے پوچھا گیا کہ قربانی میں کیسے جانوروں سے پرہیز کیا جائے، آپ ﷺ نے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ (خصوصیت کے ساتھ) چار طرح کے جانوروں سے پرہیز کرو۔

(۱) یعنی وہ لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔

(۲) یعنی وہ کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو۔

(۳) یعنی ایسا بیمار جانور جس کا مرض ظاہر ہو۔

(۴) یعنی ایسا دُبلا، مریل جانور جس کی ہڈیوں میں مینگ یعنی گودا نہ رہا ہو۔ (رواہ مالک والترمذی وابوداؤد وغیرہ)

حضرات فقہاء کرام نے ان احادیث کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ جو جانور بالکل اندھا ہو یا بالکل کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ روشنی جاتی رہی ہو یا ایک کان کا تہائی حصہ یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دم کٹ گئی ہو یا اس کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ کٹ گیا ہو یا اتنا دُبلا جانور ہو کہ اس کی ہڈیوں میں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی جائز نہیں اگر جانور دُبلا ہو مگر اتنا زیادہ دُبلا نہ ہو تو اس کی قربانی ہو جائے گی۔ (عالمگیری)

لیکن وہ ثواب کہاں ملے گا، جو موٹے تازے جانور کی قربانی میں ملتا ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے گری پڑی حیثیت کا جانور اختیار کرنا نا سمجھی بھی ہے اور ناشکری بھی۔

مسئلہ: جو جانور تین پاؤں پر چلتا ہے اور چوتھا پاؤں ہی یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا یعنی چلتے میں اس سے کچھ سہارا نہیں لیتا تو اس کی قربانی درست نہیں اگر چاروں پاؤں سے چلتا ہے لیکن پاؤں میں کچھ لنگ تو اس کی قربانی درست ہے۔ (شامی)

مسئلہ: جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جو باقی ہیں وہ تعداد میں گر جانے والے دانتوں سے زیادہ ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: اگر کسی جانور کے پیدا ہی سے کان نہیں تو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر دونوں کان ہیں اور صحیح سالم ہیں لیکن ذرا چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں لیکن عمر اتنی ہو چکی ہے جتنی عمر قربانی کے جانور کی ہونی لازم ہے تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر سینگ نکل آئے تھے اور ان میں سے ایک یا دونوں کچھ ٹوٹ گئے تو ان کی بھی قربانی ہو سکتی ہے ہاں اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے اور ان اندر کی مینگ بھی ختم ہو گئی تو اس کی قربانی درست نہیں۔ (شامی)

مسئلہ: خصی جانور کی قربانی نہ صرف یہ کہ درست ہے بلکہ افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے خود ایسے جانوروں کی قربانی کی ہے۔

مسئلہ: اگر مادہ جانور کی قربانی کی اور اس کے پیٹ میں بچہ نکل آیا تب بھی قربانی ہو گئی اگر وہ بچہ زندہ ہے تو اس کو بھی ذبح کر دیں۔

مسئلہ: اگر قربانی کا جانور خرید لیا پھر اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے، ہاں اگر غیرب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہیں تھی تو اسی کی قربانی کر دی۔ (عالمگیری)

مسئلہ: کسی پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہو گی۔ (عالمگیری)

مسئلہ: کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی، تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دیں اور اگر بکری خرید لی تھی تو بعینہ وہی بکری خیرات کر دیں۔

قربانی کا وقت

بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہوں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کریں، لیکن قربانی کا سب سے افضل دن بقرعید کا دن ہے پھر گیارہوں تاریخ پھر بارہوں تاریخ۔ (عالمگیری)

مسئلہ: بقرعید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں جب نمازِ عید پڑھ چکیں تب قربانی کریں، البتہ اگر کوئی دیہات میں یا گاؤں میں رہتا ہو، جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی، وہاں فجر کی نماز کے بعد قربانی کر دینا درست ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کر دیں اور یا بیچ کو اس کی قیمت خیرات کر دیں۔ وہ

قیمت ایسے لوگوں کو دیں جن کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور قیمت میں جو پیسے ملے ہیں بعینہ وہی پیسے خیرات کرنا چاہئیں، اگر وہ پیسے کسی کام میں خرچ کرڈالے اور اتنے ہی پیسے اور اپنے پاس سے دیئے تو اچھا نہیں کیا مگر ادائیگی ہوگئی۔

(۲۰) چرم قربانی یا اس کی قیمت کسی معاوضہ میں دینا مثلاً امام و مؤذن کو بسبب اس کی امامت واذان کے دینا درست نہیں اور طالبانِ علمِ دین اس کے بہترین مصرف ہیں کہ اس میں دوہرا ثواب ہے۔ صدقہ کا اور اشاعت علمِ دین کا۔ طالبانِ علم دین کی مدارات اور اس کے ساتھ ہر قسم کا سلوک کرنے کا حکم جناب رسول اللہ ﷺ نے بتاکید فرمایا ہے: ’’حضرت ابوسعید خدری ص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہا صحابہ کرام کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تمام آدمی تمہارے تابع ہیں اور اطرافِ عالم سے تمہارے پاس بہت سے آدمی علمِ دین سیکھنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے آویں گے۔ سو جب وہ تمہارے پاس آویں تو تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھلائی سے، پیش آنا۔‘‘ (رواہ الترمذی)

دین کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدائے بزرگ و برترانَّا لَهٗ لَحَافِظُوْن کے فرمان عالیشان کے ساتھ اپنی ذات پر لئے ہوئے ہیں۔ دشمنانِ اسلام اور دوست نما دشمن کتنی ہی کوشش کریں قیامت کی صبح تک یہ دین قائم رہے گا۔ مگر عالمِ اسباب میں یہ سعادت ان بلاکیشوں کی قسمت میں لکھ دی گئی جو تمام دنیاوی منافع کو چھوڑ کر اسلام کی اشاعت اور کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس میں :اَلَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ ...... ’’جو رُکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر نہیں سکتے۔ ملک میں (یعنی دین کی ضروریات کی وجہ سے وہ دوسرا کوئی کام نہیں کرسکتے)‘‘ کا مصداق ہیں۔ غیروں کے نہیں اپنوں کے بھی طعن برداشت کرتے ہوئے سید المرسلین خاتم النبیین روح فداہ ﷺ کے علوم کے حامل ہیں۔ عقیدت مندان ختم نبوت کو کبھی یہ نہ بھولنا چاہئے کہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد جبکہ لا نبی بعدی کا ابدی فرمان امتی کے سامنے ہے۔ علوم نبوت کی اشاعت وتعلیم کیلئے طائفہ لِیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ اگر کوئی ہے تو وہ انہیں مدارس عربیہ اور مکاتب قرآن مجید میں پراگندہ اور پریشان صورت میں ملے گا۔ اور آپ اَلَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کو دیکھیں گے کہ وَاِذَا مَرّ وابِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ’اور جب ہو کر نکلتے ہیں ان کے پاس کو تو آپس میں آنکھ مارتے ہیں‘‘ میں مست نظر آئیں گے۔ حقائق کے بالکل برعکس داستان سرائی اور افسانہ تراشی میں منہمک ہوں گے۔ بلاریب مدارس دینیہ عربیہ کی امداد واعانت دامے درمے قدمے سخنے اس زمانے میں بڑی جرأت ہے اور یقیناً مغفرت ونجات کا ذریعہ ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر **سب سے پہلا فتوائے تکفیر**

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی — قسط 57

رئیس الاحرارؒ کی طرف سے مسٹر جناح اور اقبال مرحوم سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی کوشش

گزشتہ شمارے میں ہم نے لکھا تھا کہ مجلس احرار اسلام ہند کے صدر، بانی ٔ احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے علامہ اقبال مرحوم سے تعلقات کی بنیاد پر قادیانیوں کے خلاف جو اقبال مرحوم سے بھرپور کام لیا۔ پھر مسلم لیگ کے صدر بانیٔ پاکستان مسٹر محمد علی جناح کو بھی اس کی طرف بھرپور طریقہ سے توجہ دلائی۔

اس پر ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

اتحاد ملت اور مجلس احرار کے لیڈروں نے بھی مسٹر جناح سے ملاقات کی۔ احرار مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ میں شریک ہونے کو تیار تھے۔ لیکن شرط یہ تھی کہ اول تو کسی قادیانی کو لیگ میں شامل نہ کیا جائے۔ دوم مسلم لیگ کا نصب العین درجہ مستعمرات کے بجائے مکمل آزادی ہونا چاہیے۔

نصب العین کی تبدیلی کے بارے میں مسٹر جناح نے جواب دیا کہ اس کا فیصلہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں ہوگا۔ قادیانیوں کی شرکت یا عدم شرکت کے متعلق انہوں نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ تاہم مجلس احرار اور اتحاد ملت کے رہنماؤں نے پارلیمنٹری بورڈ میں شامل ہونے کی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ (اقبال کے آخری دو سال، صفحہ ۲۹۶)

رئیس الاحرار آگے لکھتے ہیںؒ

قصہ مختصر یہ کہ مسلم لیگ نے ایک پارلیمنٹری بورڈ تشکیل دیا۔ جس میں مجلس

احرار کے لوگوں کو بھی شامل کیا گیا۔ مجلس احرار کی طرف سے میں، چوہدری افضل حق، شیخ حسام الدین وغیرہ تھے۔ پروگرام یہ تھا کہ جس نے بھی مسلم لیگ کی طرف سے الیکشن لڑنا ہے وہ پارلیمنٹری بورڈ کو درخواست دے۔ ایک حلف نامہ بھی ترتیب دیا گیا۔ اس حلف نامے میں جہاں اور شقیں تھیں اُن میں، میں نے ایک اور شق کا اضافہ کروایا۔ وہ شق یہ تھی

''میں اقرار صالح کرتا ہوں کہ اگر میں آئندہ پنجاب اسمبلی میں نامزد ہوکر کامیاب ہوگیا تو اسلام اور ہندوستان کے مفاد کی خاطر مرزائیوں کو دیگر مسلمانوں سے ایک علیحدہ اقلیت قرار دیئے جانے کیلئے انتہائی کوشش کروں گا۔''

اس شق کو بورڈ کے ممبران نے تو پہلے نامنظور کیا۔ مگر میرے زور دینے پر اور ممبران کی اس شرط پر شامل کیا گیا۔ کہ ڈاکٹر اقبال اگر اس کی منظوری دیدیں تو یہ شق شامل ہوگی۔ ڈاکٹر اقبال اس بوڑد کے صدر تھے وہ ان دنوں بیمار تھے اس لئے اجلاس میں نہیں آئے۔ میں نے ڈاکٹر اقبال کی منظوری والی شرط مان لی۔ چنانچہ جب یہ کارروائی ڈاکٹر اقبال کے سامنے منظوری کے لئے پیش کی گئی اور اس میں قادیانیوں کے معاملے والے شق کی طرف جب اقبال کی توجہ مبذول کرائی گئی تو ڈاکٹر اقبال نے پوچھا کہ یہ شق کس کی طرف سے پیش کی گئی ہے تو جب اس پر میرا نام لیا گیا تو ڈاکٹر اقبال نے فوراً اس کی نہ صرف حمایت کی بلکہ اس پر تعریفی کلمات بھی کہے۔ یہ بات ڈاکٹر اقبال نے بذاتِ خود مجھے بتائی تھی۔

جب قادیانیوں کو اس شق کا علم ہوا تو انہوں نے ایک سازش تیار کی۔ وہ یہ کہ مسلم لیگ کے ارکان پر دباؤ ڈالا کہ اس شق کو کسی نہ کسی طرح سے ختم کردیا جائے۔ قادیانیوں نے اس بات کو مثال بنایا کہ سرظفراللہ مسلم لیگ کا کسی زمانے میں صدر رہا ہے اس دور میں تو یہ شق نہ تھی اس لئے اس شق کو حذف کیا جائے۔ مگر کسی میں ہمت نہ تھی کہ وہ یہ کام کرسکے۔ چنانچہ ایک سازش کے ذریعہ مجلس احرار کو مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ سے علیحدہ کرنے کا پرگرام بنایا گیا۔ امیدوار کے لئے یہ شرط رکھ دی کہ جو بھی شخص پالیمنٹری بورڈ کی طرف سے الیکشن کے لئے نامزد کیا جائے گا اس کے لئے

ضروری ہے کہ وہ الیکشن خراجات کے لئے پانچ سو روپیہ بورڈ کے پاس جمع کرائے۔ یہ شرط ہم جیسے غریب جماعت والے لوگوں کے لئے بڑی سخت تھی کیونکہ ہم لوگ تو اپنی خطابت کی بنیاد پر الیکشن لڑنے والے تھے۔ ہم سمجھ گئے کہ احرار سے جان چھڑانے کے لئے یہ سب کچھ کیا جارہا ہے۔ لہذا بات نہ بنی اور ہم لوگ بورڈ سے علیحدہ ہو گئے۔ اس بات کا علم جب ڈاکٹر اقبال کو ہوا تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔ انہی دنوں ڈاکٹر اقبال نے مجھے اس پر ایک خط لکھا وہ میں یہاں نقل کررہا ہوں۔ (یہ خط ہم آگے نقل کررہے ہیں)

رئیس الاحرارؒ کی بات کی تصدیق عاشق حسین بٹالوی کی اس تحریر سے ہوتی ہے۔، وہ لکھتے ہیں:

۱۳۔ اگست کو برکت علی اسلامیہ ہال میں بورڈ کا اجلاس ہوا، تو ڈاکٹر صاحب (اقبال) ناسازی مزاج کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔ ملک برکت علی نے صدارت فرمائی۔ جلسے میں چالیس آدمی موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا استعفیٰ پیش نہ ہوا اور ملک زمان مہدی خاں کو بورڈ کا ڈپٹی پریزیڈنٹ منتخب کرلیا گیا۔ اس کے علاوہ نشر و اشاعت اور پراپا گنڈے کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس کے سپرد یہ کام بھی کیا گیا کہ اس حلف نامے کا مسودہ تیار کرے جس پر اسمبلی کے مسلم لیگی امیدواروں کو دستخط ثبت کرنا ہوں گے۔

ابتداء میں اس سب کمیٹی کے پانچ ممبر تھے یعنی علامہ اقبال، ملک زمان مہدی، غلام رسول خاں، چودھری افضل حق اور مولوی مظہر علی اظہر۔ لیکن چند روز بعد چار نئے آدمیوں کا اضافہ کیا گیا، جن میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، میاں عبدالمجید بیرسٹر ایٹ لا، ملک برکت علی اور عاشق حسین بٹالوی شامل تھے...... جب اسمبلی میں جانے والے مسلم لیگی امیدواروں کا حلف نامہ تیار کرنے کے لئے مقررہ سب کمیٹی کا اجلاس ہوا تو غلام رسول خاں نے حسب ذیل مسودہ منظوری کے لئے پیش کیا۔

''بخدمت آنریری سیکرٹری صاحب!

پنجاب پراونشل مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ......لاہور

ا۔ میں اپنے آپ کو آئندہ اسمبلی کے انتخاب کے لئے حلقہ...... سے بطور امید

وار پیش کرتا ہوں۔

ب۔ میں مبلغ پچاس روپے (بصورت خواتین امیدوار پچیس روپے) بذریعہ منی آرڈر یا چیک یا نقد اس درخواست کے ساتھ بھیجتا ہوں۔

ج۔ میں اقرار صالح کرتا ہوں کہ میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے فیصلے کا اپنی نامزدگی کے متعلق پابند رہوں گا۔

د۔ میں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ میں آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے پروگرام کو منظور کرتا ہوں اور ہر ممکن طریقے سے اس پرگرام کو کامیاب بنانے کی کوشش کروں گا۔

ھ۔ میں اقرار صالح کرتا ہوں کہ اگر پنجاب پراونشل مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے مجھے

آئندہ اسمبلی کے لئے اپنا امیدوار نامزد نہ کیا، تو میں کسی اور پارٹی کے ٹکٹ پر یا اپنے طور پر اسمبلی کے انتخاب کا خواہاں نہیں ہوں گا۔

و۔ میں اقرار صالح کرتا ہوں کہ میں اپنی حیثیت میں اسلامی اوقاف کی حفاظت حسب منشائے شریعت کروں گا۔

ذ۔ میں اقرار صالح کرتا ہوں کہ میں ہر ممکن طریقے سے مسجد شہید گنج کی واگزاری کے لئے کوشاں ہوں گا اور اس مقدس اور قدیم مسجد کی مسماری اور اُسے غیر اسلامی طور پر استعمال کرنے کی جو مذموم اور قبیح حرکت کی گئی ہے اس کے تدارک کی پوری کوشش کروں گا۔

سب کمیٹی کے احرار ممبروں کو مذکورہ بالا مسودہ کی شق (ھ) منظور نہیں تھی لیکن اس شق کی معقولیت اس قدر نمایاں اور بدیہی تھی کہ انہیں اختلاف کی جرأت نہ ہوسکی۔ تاہم جب غلام رسول خاں نے مسجد شہید گنج کے بارے میں شق (ھ) پڑھی، تو مولانا حبیب الرحمٰن چمک کر بولے:

''یہ شق احرار کو پریشان کرنے کیلئے رکھی گئی ہے۔''

غلام رسول خاں نے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے اعتراض کے جواب میں کہا کہ:

''مسجد شہید گنج کی بازیابی پنجاب کے تمام مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ ہے۔ہم اسے کیونکر نظرانداز کر سکتے ہیں۔فرض کیجئے کہ کل الیکشن کے موقع پر کسی جلسہ عام میں مسلمان ہم سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا مسلم لیگ مسجد کو واگزار کرانے کی حامی ہے یا نہیں،تو کیا ہم جواب میں خاموشی اختیار کرلیں گے؟''......

مولانا حبیب الرحمٰن فوراً بولے:

''بہت اچھا! مجھے اس شق پر کوئی اعتراض نہیں۔لیکن اس کے ساتھ یہ شق بھی بڑھا دیجئے کہ مسلم لیگی امیدوار کو اقرار صالح کرنا چاہئے کہ وہ اسمبلی میں جا کر مرزائیوں کو مسلمانوں سے خارج کرا کے ایک علیحدہ اقلیت قرار دیئے جانے کی پوری کوشش کرے گا۔''

سچی بات یہ ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن نے یہ نئی شق پیش کر کے ہمیں حیران ہی نہیں پریشان کر دیا تھا۔ہم میں سے کوئی شخص مرزائیت یا غیر مرزائیت کے جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔یوں بھی مسلم لیگ جیسی قومی اور سیاسی جماعت سے توقع رکھنا کہ مرزائیت کے بارے میں اپنے عقیدے کا اعلان کرے،ایک لایعنی بات تھی۔

زمان مہدی خاں اس وقت جلسے کی صدارت کر رہے تھے۔انہوں نے مولانا حبیب الرحمان سے کہا:

''بے سود جھگڑا نہ کیجئے۔یہ نئی شق پیش کرنے کا یہاں کیا موقع محل ہے۔''

مولانا نے چمک کر فرمایا:

''جس طرح مسجد شہید گنج کی بازیابی آج پنجاب کے تمام مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ ہے اُسی طرح یہ بھی متفقہ مطالبہ ہے کہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے خارج کر کے ایک علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے۔اگر آپ کو میری بات پر یقین نہیں آتا،تو چلئے ہم اسی وقت موچی دروازہ کے باغ میں ایک جلسہ عام کر کے مسلمانوں سے استصواب کر لیتے

ہیں۔"

مولانا کی رائے درست تھی۔ احرار نے سالہا سال کے پراپا گنڈے سے عام مسلمانوں میں مرزائیت کے خلاف سخت نفرت پیدا کر رکھی تھی۔ اور اگر اس امر کے متعلق کسی جلسہ عام میں استصواب کیا جاتا، تو مسلمان یقیناً مرزائیت کے خلاف رائے دیتے چنانچہ مجبوراً غلام رسول خاں کو حلف نامہ میں ایک نئی شق کا اضافہ کرنا پڑا۔

"میں اقرار صالح کرتا ہوں کہ اگر میں آئندہ پنجاب اسمبلی میں نامزد ہو کر کامیاب ہو گیا تو اسلام اور ہندوستان کے مفاد کی خاطر مرزائیوں کو دیگر مسلمانوں سے ایک علیحدہ اقلیت قرار دیئے جانے کیلئے انتہائی کوشش کروں گا۔"

دوسرے روز غلام رسول خاں حلف نامے کا مسودہ لے کر علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں سارا واقعہ سنایا، تو ڈاکٹر صاحب نے مرزائیت کے متعلق نئی شق بڑھائی جانے پر کسی تعجب کا اظہار نہ فرمایا اور نہ کوئی اعتراض کیا۔ (اقبال کے آخری دو سال، صفحہ ۳۲۲ تا ۳۲۶)

قادیانی سازش

مجلس احرار اسلام کے مسلم لیگ کے اس اتحاد سے سب سے زیادہ خطرہ قادیانیوں کو تھا۔ لہذا انہوں نے ہر طرف سے اس کو ناکام بنانے کی ٹھانی۔ ایک طرف انہوں نے سر فضل حسین سے مل کر مسلم لیگ اور احرار کے خلاف باقاعدہ ایک محاذ بنایا۔ دوسرے طرف انہوں نے رئیس الاحرارؒ کی طرف سے حلف نامے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی شق کی وجہ سے مجلس احرار اسلام کو مسلم لیگ سے علیحدہ کرنے کی سازش تیار کی۔ چنانچہ قادیانیوں نے اندرون خانہ مسلم لیگ کے مفاد پرست اور اُمراء سے رابطہ کر لیا۔ جس کے نتیجہ میں ایسا لائحہ عمل تیار کیا گیا کہ مجلس احرار اسلام خود بخود ہی اس پارلیمنٹری بورڈ سے علیحدہ ہو جائے۔ مجلس احرار اسلام کے لوگ غریب، محنتی، فاقہ کش، مشقت پسند تھے۔ جبکہ مسلم لیگ میں تمام وہ لوگ تھے جو کہ امیر کبیر، جاگیر دار، مصلحت پسند، آرام طلب، انگریز حکومت سے مراعات یافتہ تھے۔ لہذا امارت اور غربت کا ایک ساتھ چلنا مشکل تھا۔ قادیانیوں نے اسی کمزوری کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے ان مسلم لیگی اُمراء سے امیدواروں کے لئے ایسی شرط لگوادی جس کو یہ غریب

احراری پورا نہیں کر سکتے تھے۔

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

اس واقعہ کے دو ہفتے بعد سب کمیٹی کا ایک اجلاس ہوا جس میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ اگر پارلیمنٹری بورڈ نے کسی شخص کی درخواست منظور کر کے اسے آئندہ الیکشن میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کھڑا ہونے کی اجازت دے دی تو اس امیدوار کا فرض ہوگا کہ پان سو روپے بورڈ کے فنڈ میں جمع کرائے۔

چودھری افضل حق نے اس مسئلے کی مزید وضاحت طلب کرتے ہوئے پوچھا:

''یہ پان سو روپے کس مقصد سے جمع کرائے جائیں گے؟''

غلام رسول خاں نے جواب دیا:

''بورڈ کو تمام امیدواروں کے الیکشن کے سلسلے میں مختلف قسم کے اشتہار اور پمفلٹ طبع کرانا ہوں گے۔ پھر ان امیدواروں کی حمایت میں مسلم لیگ کے لیڈروں کو اُن کے انتخابی حلقوں میں دورہ کرنا ہوگا۔ آخر ان کاموں کے لئے روپیہ کہاں سے آئے گا؟''

چودھری افضل حق بڑے زندہ دل آدمی تھے، کہنے لگے:

''واہ حضرت! پان سو روپے صرف اشتہاروں اور پمفلٹوں کے لئے! الیکشن کا خرچ الگ۔!! میں تو پان سو میں الیکشن بھی لڑ سکتا ہوں اور دوسری شادی بھی کر سکتا ہوں۔''

میں اتفاق سے چودھری صاحب کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ میں نے عرض کیا:

''نیکی اور پوچھ پوچھ، خدا کے لئے دونوں کام کیجئے۔''

احرار اس پان سو کی شرط پر بگڑ گئے اور چند روز کے بعد انہوں نے پارلیمنٹری بورڈ سے

استعفیٰ دے دیا۔ یوں مسلم لیگ اور احرار کا عارضی اتحاد ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔

(اقبال کے آخری دو سال صفحہ ۳۲۶۔۳۲۷)

اقبال کا ردِّ عمل:

جب یہ صورت حال سامنے آئی تو ڈاکٹر اقبال نے اس پر سخت ردِعمل کا اظہار کیا۔ اقبال نے پارلیمانی بورڈ کے ارکان کو بلا کر اس پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا۔ نیز رئیس الاحرار کو یہ خط لکھا۔

محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب صدر مجلس احرار

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مجھے یہ سن کر بہت صدمہ ہوا کہ مسلم لیگ پالمینٹری بورڈ سے آپ لوگ علیحدہ ہو گئے۔ اگر چہ آپ لوگ بخوشی علیحدہ نہیں ہوئے بلکہ آپ کو علیحدہ ہونے پر مجبور کیا گیا ہے۔ مسلم لیگ کے احباب کو پہلے ہی سوچ لینا چاہیے تھا کہ آپ جیسے غریب لوگوں کے ساتھ اُن کا نبھاہ نہیں ہوسکتا۔ اس معاملے میں جس نتیجہ پر میں پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ نے جو شق قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متعلق حلف نامے میں شامل کروائی تھی، یہ اسی کا ردعمل ہے۔ جب سے یہ تجویز پاس ہوئی ہے اسی وقت سے آپ کی ذات موضوعِ بحث چلی آ رہی تھی۔ غلام رسول خان صاحب جب میرے پاس حلف نامے کا مسودہ لے کر آئے تھے، تو انہوں نے آپ کی طرف سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی شق کی طرف میری توجہ دلائی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم نے خوامخواہ مولانا حبیب الرحمٰن کو بورڈ کا ممبر بنایا۔ اب مولانا نے یہ شق شامل کرادی ہے۔ اس پر میں نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا اور خان صاحب سے کہا کہ یہ تو بہت اچھا ہوا جو کام میں کرنا چاہتا تھا اور کر نہیں سکا تھا، مولانا حبیب الرحمٰن نے کر کے ہم سب کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا۔ میرے اس جواب پر خان صاحب خاموش ہو گئے۔ اب جبکہ آپ لوگوں کی طرف سے بورڈ سے علیحدگی کا علم ہوا تو بہت صدمہ ہوا۔ اگر ہو سکے تو آپ اور پیر بخاری صاحب وقت نکال کر میرے غریب خانے پر تشریف لے آئیں۔ تفصیلی بات ہو جائے گی۔

والسلام۔ مخلص، محمد اقبال

اس پر رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ڈاکٹر اقبال کو یہ جواب دیا۔

محترم مکرم جناب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا محبت نامہ ملا، یاد آوری کا شکریہ۔ آپ نے مسلم پارلیمنٹری بورڈ سے ہماری علیحدگی پر افسوس کا اظہار فرمایا ہے ہم اس پر آپ کے شکر گزار ہیں۔ ہم نے جو کچھ کیا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا ہے۔ آپ بھی چونکہ اس سلسلہ میں سعی فرما رہے ہیں اس لئے آپ بھی اس کار خیر میں برابر کے شریک ہیں۔ اس کی جزاء تو اللہ تعالیٰ ہی عطاء فرمائیں گے جس کا اظہار قیامت کے دن ہی ہوگا۔ اور اس کی جس سازش کا آپ نے ذکر فرمایا ہے یہ ہمارے بھی علم میں ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ آپ نے بھی اس کا بر وقت ادراک فرمالیا۔ الحمدللہ اب ہم اکیلے نہیں ہیں، آپ بھی ہمارے ساتھ کھڑے ہیں۔

مسلم لیگ کی جس امیرانہ سوچ کے متعلق آپ نے اظہار فرمایا ہے اس کے متعلق میں نے مسٹر جناح سے لاہور میں ملاقات کے وقت کہہ دیا تھا کہ جن لوگوں کو آپ ساتھ لئے پھرتے ہیں یہ مشکل کے وقت آپ کا بھی ساتھ چھوڑ دیں گے۔

باقی میری آپ سے ایک ضروری التجاء ہے۔ آپ اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے حلف نامے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی شق کو اگر بحال رہنے دیں تو پھر ہمیں مسلم پارلیمنٹری بورڈ سے علیحدگی کا کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہماری جماعت کا مقصد صرف دین کی خدمت ہے عہدوں کا ہمیں لالچ نہیں۔ میں اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری ابھی سفر پر دہلی جارہے ہیں۔ واپسی پر آپ کے پاس حاضر ہونگے۔

والسلام۔ حبیب الرحمٰن لدھیانوی، صدر مجلس احرار اسلام، ہند

ڈاکٹر اقبال سے جب ملاقات ہوئی تو وہ بہت رنجیدہ تھے۔ تاہم یہ سن کر خوشی

ہوئی کہ میری پیش کی گئی قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے والی شق برقرار تھی۔ مگر احرار کو علیحدہ کر کے مسلم لیگ کو اس الیکشن میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ ہم نے جب مسٹر جناح کی تقریر کروائی تو اس میں ہزاروں افراد موجود تھے۔ مگر ہماری علیحدگی کے بعد اکتوبر میں جب جناح صاحب الیکشن کے پروپاگنڈے کے لیے جلسہ کرنے لاہور آئے تو ان کے جلسہ میں چند سو افراد تھے۔ مسلم لیگ نے سات امیدوار کھڑے کیے تھے۔ ان میں صرف دو کامیاب ہوئے۔ ان میں سے بھی ایک مسلم لیگ چھوڑ کر چلا گیا۔

اسی کے متعلق فرزندِ اقبال لکھتے ہیں:

اقبال کے لیے علالت کے سبب صوبائی پارلیمانی بورڈ کے ہر اجلاس میں شریک ہونا ممکن نہ رہا تھا۔ اس لیے انہوں نے ۱۳/اگست ۱۹۳۶ء کو صوبائی پارلیمانی بورڈ کی صدارت سے استعفادے دیا اگرچہ صوبائی مسلم لیگ کے صدر بدستور رہے۔ پنجاب میں انتخابی مہم کے آغاز سے پیشتر مجلس احرار بھی مسلم لیگ کو چھوڑ چکی تھی۔ بہرحال انتخابی مہم شروع کرنے کے لیے اقبال نے محمد علی جناح کو لاہور بلوایا۔ وہ ۹/اکتوبر ۱۹۳۶ء کو تشریف لائے۔ ۱۱/اکتوبر ۱۹۳۶ء کی شام کو دہلی دروازے کے باغ میں مسلم لیگ کا جلسہ ہوا۔ صدارت اقبال نے کرنی تھی لیکن بوجہ ناز ساگیٔ طبع نہ کر سکے۔ محمد علی جناح نے یونین اسٹ پارٹی کے خلاف بڑی دھواں دار تقریر کی۔ مگر بقول عاشق حسین بٹالوی جلسہ نہایت مختصر اور بے رونق تھا۔ اور حاضرین کی تعداد مشکل سے ہزار ڈیڑھ ہزار کے قریب تھی۔ مسلم لیگ مسلم حلقوں سے کل سات امیدوار کھڑے کر سکی جن میں سے صرف دو کامیاب ہوئے۔ ایک ملک برکت علی اور دوسرے راجہ غضنفر علی۔ راجہ غضنفر علی تو یونینسٹ پارٹی میں چلے گئے اور ملک برکت علی اکیلے رہ گئے۔

(زندہ رود، جلد ۳ صفحہ ۲۸۵)

(جاری ہے)



خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

تشبہ (مشابہت اختیار کرنا) کی بحث اور اقسام

خواتین کے لئے حدیث مبارک میں تشبہ یعنی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس کی تفصیل یوں ہے،

تشبہ کے متعلق مشہور ہے کہ ’’تشبہ کا حکم اس وقت لگایا جائے گا جبکہ تشبہ کی نیت وارادہ بھی ہو یا اس انداز میں کام کیا جائے کہ دیکھنے والے کا ذہن پہلی نگاہ میں ہی یہ فیصلہ کرے کہ یہ فلاں کے ساتھ مشابہت ہے۔‘‘ مذکورہ بات تشبہ کی تمام اقسام کو شامل نہیں کیونکہ تشبہ کی مختلف اقسام ہیں:

۱۔تشبہ صوری: ایسا کام کرنا جس میں صورتاً مشابہت پائی جائے اور تشبہ کا قصد وارادہ نہ ہو۔

۲۔تشبہ حقیقی: قصد وارادے سے بنیت تشبہ کسی کام کو کرنا۔

ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

۱۔تشبہ فی الحرام، تشبہ فی غیر الحرام۔

تشبہ صوری فی غیر الحرام کی تو گنجائش ہے کیونکہ وہاں قصد وارادہ ہی نہیں ہوتا البتہ باقی اقسام: تشبہ صوری فی الحرام، تشبہ حقیقی فی الحرام تشبہ حقیقی فی غیر الحرام ممنوع اور ناجائز ہیں۔

صاحب ’’البحر‘‘ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

تشبہ حرام اسے کہا جاتا ہے جو اشیاء میں ہو جن کی مذمت بیان کی گئی ہے اور (اسی طرح) جہاں قصداً وارادۃً تشبہ اختیار کی جائے (اگر چہ وہ چیز مذموم نہ ہو)۔

علامہ ابن تیمیہؒ تشبہ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

’’وہ رومال جو سر کی مانگ اور اوپر حصے کو ڈھانکتا ہے، لٹکے ہوئے بالوں کو نہیں ڈھانکتا بچوں کے لباس میں سے ہے۔ جو عورت اسے استعمال کرتی ہے وہ ان کے ساتھ مشابہت کرتی ہے اور سب سے پہلے جن عورتوں نے اسے استعمال کیا تھا ان کی نیت تشبہ کی تھی...... پھر کبھی شریف عورت بھی یہ کام بلا قصد

تشبہ کرتی ہے لیکن درحقیقت وہ اپنے اس فعل میں سے مردوں کی مشابہت اختیار کر رہی ہوتی ہے۔

سببِ تشبہ بھی ممنوع ہے

بلکہ بعض مواقع میں توسداً للباب کسی ایسے فعل سے منع کیا جاتا ہے جو مفضی الی التشبہ ہو۔اگرچہ اس فعل میں تشبہ کا قصد اورادہ نہ ہو۔چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''اگر کسی نے کوئی کام کیا اور اتفاق سے دوسرے شخص نے بھی وہ کام پہلے کو دیکھے بغیر کیا تو اس کے تشبہ ہونے میں اشکال ہے۔لیکن پھر بھی اس سے منع کیا جائے تاکہ یہ تشبہ کا سبب نہ بن جائے۔''

مزید فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے ممانعت کی علت یہود کی ہیئت وشکل قرار دی۔ممانعت کی علت بیان کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ علت (یہود کی ہیئت وشکل) مکروہ ہے جس کو ترک کرنا مطلوب ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ یہود کی ہیئت وشکل حتیٰ کہ بالوں میں بھی چھوڑنی لازم ہے۔

نیز فرماتے ہیں:''یہ بات پہلے گذر چکی کہ یہود ونصاریٰ کی مخالفت میں جس چیز کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا اس پر عمل لازم ہے چاہے اس کا فاعل تشبہ کا قصد کرے یا نہ کرے۔اسی طرح یہود ونصاریٰ کی مشابہت سے جو منع کیا وہ بھی عام ہے،مشابہت کا قصد ہو یا نہ ہو۔''

مذکورہ تصریحات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مذموم ومکروہ میں تحقق تشبہ کے لیے قصد وارادہ ضروری نہیں اگر کوئی خاص ہیئت وشکل فساق وفجار کی پسندیدہ ہو تو اسے اختیار کرنا ممنوع وناجائز ہے۔نیز بعض مواقع میں سداًللباب بھی کسی جائز فعل سے روکا جاتا ہے کہ مبادا کہیں مفضی التشبہ نہ ہو جائے۔

چند اُصول

زیب وزینت،بناؤ سنگھار ایک فطری چیز ہے۔فطرت کے انہی تقاضوں کے پیش نظر اگر کہا جائے کہ عورتوں کیلئے خاصہ لازمہ ہے تو بے جا نہ ہوگا۔شریعت مطہرہ نے فطری تقاضوں کے پیش نظر نہ صرف زیب وزینت کی اجازت دی بلکہ بعض صورتوں میں ترک زیب وزینت پر ملامت بھی کی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده﴾ (العراف:۳۲)

''آپؐ ان سے کہہ دیجیے کہ کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کیلئے نکالا تھا۔''

عورتوں کے بناؤ سنگھار کا اشارہ بھی فرمایا:

''کیا وہ جو زیوروں میں پالی جاتی ہے اور بحث وحجت میں اپنا مدعا پوری طرح واضح بھی نہیں کرسکتی۔'' (الزخرف:۱۸)

زیب وزینت کے اسباب کی تلاش کو بطورِ نعمت واحسان ذکر فرمایا:

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ تم اس سے تروتازہ گوشت لے کر کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنا کرتے ہو۔'' (النحل:۱۴)

''اور ایسا ہی جھاگ ان دھاتوں پر بھی اُٹھتا ہے جنہیں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کیلئے لوگ پگھلایا کرتے ہیں۔'' (الرعد:۱۷)

زیب وزینت کو پسند کرنے، اس کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ نے اس کی حدود بھی مقرر کی ہیں اور مقررہ حدود سے آگے بڑھنے پر پابندی لگادی۔ مثلاً خاوند کے علاوہ اجانب وغیرہ محارم کیلئے بناؤ سنگھار سے منع فرمایا: ''نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اپنے خاوند کے علاوہ دوسروں کیلئے زیب وزینت کرنے والی قیامت کے دن ایسی تاریکی میں ہوگی کہ وہاں روشنی کی کوئی صورت بھی نہ ہوگی۔'' شوہر کی استطاعت اور طاقت سے زیادہ کا مطالبہ کرنے کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا:

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کروں۔'' (الاحزاب:۲۸)

سرِ عام باہر گھومنے پھرنے سے منع کیا اور گھروں میں جم کر بیٹھنے کو پسند کیا:

''اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔'' (الاحزاب:۳۳)

اگر بنا بر ضرورت باہر نکلنا پڑے تو اس کی کیفیت بھی بیان فرمائی:

''اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔'' (الاحزاب:۵۹)

راستے میں چلنے کی کیفیت اور طریقہ بھی بتایا کہ راستے کے درمیان نہ چلیں:

''حضرت ابواسید انصاریؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد سے باہر کھڑے تھے، راستے میں مرد وعورتیں اکٹھے جانے لگے تو آپ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: پیچھے رہو، تمہارے لیے راستے کے درمیان میں چلنا مناسب نہیں بلکہ راستے کے کناروں پر چلو، اس کے بعد عورتیں

دیواروں سے چمٹ کر چلتی تھیں، یہاں تک کہ بسا اوقات ان کے کپڑے دیواروں میں اٹک جاتے تھے۔''

اجانب وغیر محارم سے بلاضرورت بات کرنے سے منع فرمایا، اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تب بھی شریعت کے دائرے (پردے) میں بات کرنے کی اجازت دی:

''نبی کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہے تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اوران کے دلوں کی پاکیزگی کیلئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔''(الاحزاب:۵۳)

پردے کی حالت میں بات چیت کے دوران بھی گفتگو کے ایسے انداز سے منع فرمایا جو باعث فتنہ ہو:

''دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف ستھری بات کرو۔'' بڑھاپے کی وجہ سے نکاح سے مایوس عورتوں کو اگرچہ کچھ رخصت دی اوران کا حکم ان عورتوں سے قدرے نرم رکھا جنہیں نکاح کی امید ہے لیکن اس کے باوجود ان بوڑھی عورتوں کے حق میں بھی باقی عورتوں کی طرح پردے وغیرہ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اوران کے حق میں بہتر بتلایا:

''اور جو عورتیں جوانی سے گزری بیٹھی ہوں، نکاح کی امیدوار نہ ہوں وہ اگر اپنی چادریں اتار دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔'' اپنے گھروں میں رہتے ہوئے بھی سوائے محارم کے غیر محرم رشتہ داروں سے پردے کا حکم دیا اوران کے سامنے بناؤ سنگھار سے منع فرمایا:

''اوراپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے۔''(النور:۳۱)

ترقی یافتہ زمانے میں انسان نے جہاں اور چیزوں میں ترقی کی وہیں زیب وزینت، بناؤ سنگھار کی اشیاء اور طریقوں کو بھی یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا اور ایسی چیزیں اور طریقے ایجاد کیے کہ گزشتہ زمانوں میں ان کا وجود تک نہ تھا، صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بعض ایسی چیزوں کو بھی بناؤ سنگھار کا لازمی حصہ قرار دیا جو شریعت کی نظر میں معیوب و ناپسندیدہ ہیں۔ درحقیقت یہ وعدۂ شیطانی: (''میں انہیں بہکاؤں گا اور آرزوؤں میں الجھاؤں گا اور انہیں حکم دوں گا کہ جانوروں کے کانوں کو پھاڑیں گے اور حکم دوں گا کہ خدائی ساخت میں ردوبدل کریں گے۔''[النساء:۱۱۹]) کی تکمیل ہے جسے انسان اپنے ہاتھوں شرمندۂ تعبیر کر رہا ہے۔



بچوں کے صفحات

مشورہ

سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد اسلامی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا تو ایک عظیم انقلاب کے ذریعے سلجوقیوں کی حکومت قائم ہوئی جس سے اسلامی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ پہلے سلجوقیوں نے خراسان کو فتح کر کے اپنی حکومت قائم کی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پورے ایران و عراق پر سلجوقیوں کی مضبوط حکومت قائم ہوگئی۔ سلجوقی بادشاہوں نے مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا وقار دلایا۔ ان سلجوقی حکمرانوں میں طغرل بیگ، الب ارسلان، سلطان سنجر اور ملک شاہ سلجوقی کے نام قابل ذکر ہیں۔

یہ واقعہ ملک شاہ سلجوقی کے دورِ سلطنت کا ہے کہ ایک دن ملک شاہ سلجوقی کے دائیں پاؤں میں اچانک موچ آ گئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے بہت پریشان تھا اور اس تکلیف کی وجہ سے حکومتی امور انجام دینے کے قابل نہ رہا۔ دربار کے تمام امیر اور وزیر حکومت کے کام رک جانے اور بادشاہ کے پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے پریشان تھے۔

ایک وزیر کے کہنے پر سلطان ملک شاہ سلجوقی نے اپنے ایک خاص اور ماہر حکیم عمر خیام کو ایک خط لکھوایا کہ میرے پاؤں میں موچ آ گئی ہے اور میں سخت تکلیف میں ہوں جس کی وجہ سے سلطنت کے تمام امور رک گئے ہیں اس لئے تم فوراً دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ عمر خیام جو نہ صرف ایک حکیم تھا بلکہ مشہور منجم، ریاضی دان اور بلند پایہ شاعر بھی تھا، اس وقت ریاضی کے کسی پیچیدہ مسئلے میں اُلجھا ہوا تھا وہ فوراً دربار میں ملک شاہ سلجوقی کے علاج کی غرض سے نہیں جا سکتا تھا، دوسری طرف وہ بادشاہ کی ناراضگی سے بھی خوفزدہ تھا۔ چنانچہ وہ اس سوچ میں پڑ گیا کہ کوئی ایسی تدبیر کرے کہ اُسے دربار میں بھی نہ جانا پڑے اور بادشاہ بھی ناراض نہ ہو۔ تھوڑی دیر میں اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ اس نے اپنی عقلمندی سے کام لیتے ہوئے جواب میں ملک شاہ سلجوقی کو لکھ بھیجا ”بادشاہ سلامت! امور سلطنت کی انجام دہی میں آپ پاؤں کی بجائے سر کو استعمال کریں اور ایسا کرنے سے آپ سلطنت کے کام بھی سر انجام دے سکیں گے اور آپ کے پاؤں کا علاج بھی ہو جائے گا۔

دیکھا بچو! حکیم عمر خیام نے اپنی دانشمندی سے بادشاہ کو کیسا مشورہ دیا۔ ملک شاہ سلجوقی کو عمر خیام کا مشورہ اچھا لگا اور اُس نے اس پر عمل کیا تو پھر امورِ سلطنت بھی انجام دینے لگا اور پاؤں کی تکلیف سے بھی نجات مل گئی۔

احساس

یہ خواجہ نظام الملک طوسی کا واقعہ ہے جو اپنی رحمدلی، ہمدردی، پرہیز گاری اور انصاف پسندی کے حوالے سے خصوصی شہرت رکھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ حقوق العباد میں کوتاہی کو کسی صورت معاف نہیں کریں گے۔ وہ خود بھی یہی کوشش کرتے تھے کہ ان کی ذات سے کسی دوسرے مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

خواجہ نظام الملک طوسی کی یہ عادت تھی کہ کھانے پینے کی جو چیز ان کے سامنے آتی اُسے وہ خود کھانے سے پہلے اپنی محفل میں موجود تمام حاضرین میں تقسیم کرتے اور آخر میں اگر بچ جاتی تو خود کھا لیتے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک غریب کسان ان کی خدمت میں ایک خربوزہ لے کر آیا۔ خواجہ نظام الملک طوسی نے کسان سے خربوزہ لے کر اُسے کاٹا اور اپنی عادت کے برخلاف تمام حاضرین محفل کو نظر انداز کر کے اس خربوزے کو نہایت رغبت سے کھانے میں مشغول ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے سارا خربوزہ خود ہی کھا لیا اور خربوزہ لانے والے غریب کسان کو بہت سا انعام واکرام دے کر رخصت کیا۔ نظام الملک طوسی کی محفل میں بیٹھے تمام لوگ اس واقعہ پر حیران تھے کہ اس سے پہلے تو کبھی نظام الملک طوسی نے ایسا نہیں کیا تھا لیکن حاضرین میں سے کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ ان سے اس کی وجہ دریافت کرتا۔ جب محفل برخاست ہوئی تو خواجہ نظام الملک طوسی کے ایک قریبی دوست سے رہا نہ گیا اور اُس نے پوچھ ہی لیا "یا خواجہ! آج سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کھانے کی کوئی چیز آپ کے سامنے آئی ہو اور آپ نے اسے پہلے حاضرین میں تقسیم نہ کیا ہو لیکن آج اس کے برعکس آپ نے خربوزہ کسان سے لیتے ہی اسے بڑی رغبت سے خود ہی کھا لیا، حاضرین نے اس بات کو محسوس کیا ہے۔ آخر کیا وجہ تھی؟" خواجہ نظام الملک نے اپنے اس دوست کو بتایا کہ جب میں نے خربوزہ لوگوں میں تقسیم کرنے کی غرض سے کاٹا تو مجھے محسوس ہوا کہ خربوزہ کڑوا ہے اور جب میں نے اسے چکھا تو خربوزہ واقعی کڑوا نکلا۔ اگر میں وہ کڑوا خربوزہ لوگوں میں تقسیم کر دیتا تو مجھے خدشہ تھا کہ لوگ خربوزے کی تلخی کا اظہار کر دیتے یا اُسے منہ سے اگل دیتے اور اس سے غریب کسان کی دل شکنی ہوتی، کیونکہ میں ایسا نہیں چاہتا تھا اس لئے میں نے وہ سارا خربوزہ خود ہی کھا لیا۔ نظام الملک طوسی کا وہ دوست ان کی بات سے بہت متاثر ہوا۔

دینی، علمی، اصلاحی اور تاریخی روایات کا حامل پاکستان کا منفرد مجلّہ

ماہنامہ

مِلّیّہ

فیصل آباد پاکستان

تابندہ

10 سال کے

120 شمارے

تاریخی حقائق



آپ بھی اپنی رائے دیجیے!

آپ کی تجاویز، شکایات، اور سوالات کو

انشاءاللہ شامل اشاعت کیا جائے گا


MONTHLY MAGAZINE
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16
MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com
Fax # 041-8502213
ماہنامہ
مِلّیہ
فیصل آباد پاکستان
بفیض
قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ
رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ
امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ
حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ بانی جامعہ
پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ
عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔
اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔
بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے
آپ کے مسائل اور انکا حل
طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
حصہ شعر وسخن۔ جس میں حمد و نعت، نظم اور غزل۔
تذکرہ اکابر سے مزین تحقیقی مقالہ جات
خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دے کر اس صدقہ جاریہ میں شریک کریں۔
رابطہ کیلئے
ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ
محلہ خالصہ کالج فیصل آباد
فون 041-8711569
www.milliafsd.com